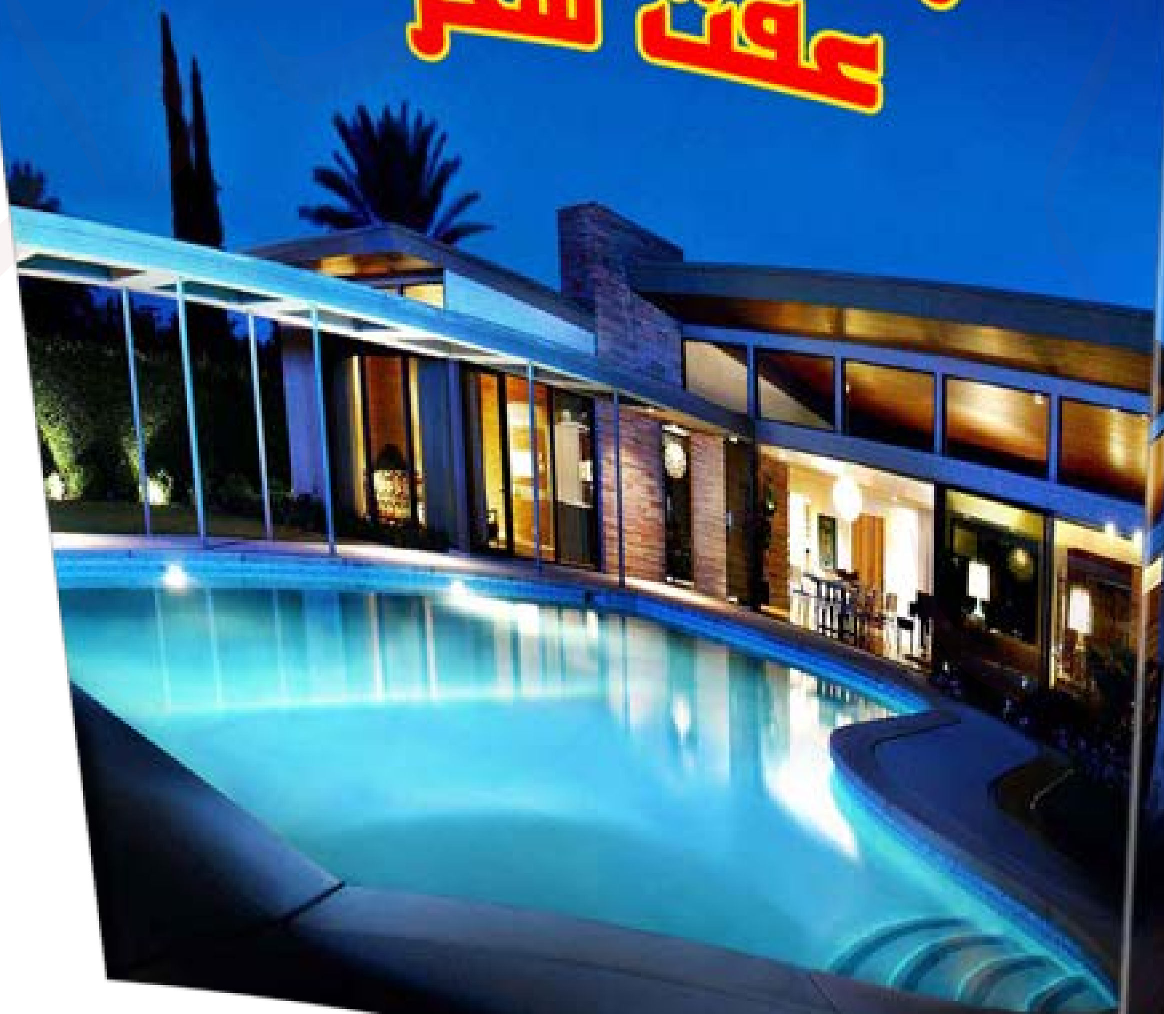
اپنا گھر

عفت سحر



اپنا گھر

عفت سحر

کمپوزر: امبر

اپنا گھر

"اتنا شور ہنگامہ۔اتنے سارے بچے۔گھر کو کرکٹ کا میدان بنا رکھا ہے انہوں نے۔سچی مجھے تو وحشت ہو رہی ہے۔جی چاہ رہا ہے کسی ویرانے میں نکل جاؤں۔" وہ سخت بے زار ہو رہی تھی۔

"بہت ناشکری ہو تم ماہین! ویرانہ اور سناٹا تو موت کی علامات ہیں۔خوشی کی نہیں۔اس شور ہنگامے ہی میں زندگی کی خوشیاں اور مسرتیں چھپی ہیں۔" سارہ آپی نے متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ منہ پھٹ انداز میں بولی۔

"وہ کوئی اور شور ہنگامہ ہوتا ہوگا۔ہمارے گھر میں جو شور ہنگامہ مچتا ہے اس میں فقط سر درد اور گھبراہٹ چھپی ہوئی ہے۔"

"تمہیں محبتوں کی قدر نہیں ہے بس۔ورنہ مل بیٹھنا اور خوشیاں منانا تو بہت خوش قسمتی کی بات ہے۔" سارہ آپی میں بلا کا ضبط و تحمل تھا سو اب بھی رسان سے بولیں۔

"ہونہہ۔۔۔خوشیاں۔۔۔" وہ تمسخر اڑانے والے انداز میں گویا ہوئی۔

"بنا پیسے کے کون سی خوشی منائی جاتی ہے بھلا؟ اور یہاں۔۔۔حالات چاہے اجازت دیں یا نہ دیں ہر تقریب کو

ایسے یادگار بنانے کی کوشش کی جاتی ہے جیسے آخری مغل بادشاہ کی جاگیر وراثت میں ہمیں ہی ملی ہو۔"

سارہ آپی کو اس کی سوچ پر ہمیشہ کی طرح تاسف ہوا تھا۔

"خوشیاں منانے کے لیے حالات کا نہیں بلکہ نیت کا اچھا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ کسی کی خوشی کو سیلیبریٹ کرنا بڑے دل والوں کا کام ہوتا ہے۔"

"رہنے دیں آپی! اب ہر کوئی آپ کی طرح مست الست نہیں ہوتا کہ ایک روٹین میں زندگی گزار دے۔ زندگی میں آزادی ہو اور تمام آسائشات مہیا ہوں تو خوشیاں منانے کو دل چاہتا ہے اور شور ہنگامہ کرنے کو بھی۔" اس کا اپنا ہی نکتۂ نظر تھا۔

"بہت سارا پیسہ اور آسائشات خوشیوں کی ضامن نہیں ہوتیں۔ جہاں دنیا کی ہر نعمت ہو سوائے محبت کے، وہاں سمجھو کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ محبت ہی کی بدولت آپ کی عزت واحترام، مروت ولحاظ جیسی خصوصیات جنم لیتی ہیں۔ ورنہ محض روبوٹس جیسی زندگی جینا پڑتی ہے۔"

انہوں نے اسے سمجھانے کی مقدور بھر کوشش کی تھی۔

مگر اتنے محبت کرنے والوں میں سے وہ جانے اتنی الگ سوچ کی مالک کیسے بن گئی تھی۔

وہ گھر جہاں ہر ایک کے لیے محبت سب سے اہم تھی وہاں ماہین کی ایک اپنی ہی دنیا تھی۔ درحقیقت سب سے چھوٹی ہونے کی وجہ سے وہ اتنی محبت دیکھ چکی تھی کہ محبت اسے کبھی مسئلہ محسوس ہوئی ہی نہیں ہوئی تھی۔

اس کے برعکس سب کی توجہ اسے گلے کا پھندا لگنے لگی تھی۔

اس کے خیالوں کی دنیا میں ایک اپنا جہان تھا۔ جہاں تنہائی ہوتی، سکون ہوتا اور اس کی اپنی حکمرانی ہوتی۔ جہاں

وہ اپنی مرضی کی خود مالک ہوتی۔ کوئی اس کا ہاتھ پکڑ کر چلانے والا نہ ہوتا۔

اور سارہ آپی اس کی اسی باغی سوچ سے خائف رہتی تھیں اور وہ سارہ آپی سے برگشتہ۔

"اصل بات یہ ہے کہ آپ کی سوچ اس گھر سے آگے کبھی جا ہی نہیں سکتی۔ روپیہ پیسہ نہ ہو تو محبت بھی یوں بھاگتی ہے۔"

اس نے طنزیہ کہتے ہوئے چٹکی بجائی تھی۔ مگر وہ برجستہ بولیں۔

"اور بقول تمہارے اس گھر میں تو بہت سی آسائشیں نہیں ہیں۔ پھر یہاں کیوں محبت ڈیرے ڈالے بیٹھی ہے؟"

ان کے سوال نے ماہین کو لاجواب کر دیا تھا۔ وہ جھنجھلا کر بولی۔

"اس گھر کے لوگوں کو تو عادت ہے محبت کرنے کی۔ باندھ لینے کی۔" سارہ آپی کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اور اس محبت کے آگے سب کچھ ہیچ ہے۔"

"آپ بھرتی رہیے اس سوکھی محبت کے گھڑے۔" وہ تنگ آکر کہتی کمرے سے نکل آئی۔

اس خواہ مخواہ کی بحث سے اس کے سر میں درد شروع ہو گیا تھا۔

برآمدے میں بڑے سے پلنگ پر امی اور چچی جان بیٹھی مربہ بنانے کے لیے آم چھیل کر کاٹنے اور صاف کرنے میں مصروف تھیں۔ جبکہ بڑے سے صحن میں بچوں نے حسب معمول اپنا کرکٹ میچ شروع کر رکھا تھا۔ سو ایک عجیب سا شور برپا تھا۔

وہ اپنی ناگواری دباتے کچن میں چلی آئی۔ جہاں تائی اماں سب کے لیے سکنجبین بنا رہی تھیں۔

"کیا چاہیے ماہی۔۔۔؟"

اسے دیکھتے ہی انہوں نے مشفقانہ انداز میں پوچھا تو وہ مختصراً بولی۔

"چائے۔"

"اتنی گرمی میں موئی چائے پینے کی کیا تک بنتی ہے، ابھی میں سکنجبین بنا رہی ہوں وہ پی لینا۔"

انہوں نے فوراً ٹوک دیا۔

ساس پین میں پانی ڈال کر چولہے پر رکھتے ہوئے وہ چڑ کر بولی۔

"سر درد کر رہا ہے۔ اب لسی یا سکنجبین سے تو ٹھیک ہونے سے رہا۔"

"پھر بھی۔۔۔ اچھا لاؤ۔ میں بنا دیتی ہوں۔ تم جا کر آرام کرو۔ اتنی گرمی میں تو اور بھی سر دکھے گا۔"

انہوں نے فوراً اپنی خدمات پیش کر دیں اور پھر اس کے لاکھ انکار کے باوجود اسے کچن سے نکال کر ہی دم لیا۔

وہ بہت جلتی بھنتی واپس آئی تھی۔

"کہاں چلی گئی تھیں؟"

سارہ آپی نے تکیے کا کور چڑھاتے ہوئے یونہی پوچھ لیا تو وہ جو پہلے ہی جلی بیٹھی تھی تنک کر بولی۔

"یہاں کیا کرفیو لگا ہے۔ جو کہیں بھی جانا منع ہے۔"

"اوفوہ۔۔۔ بھئی یونہی پوچھ لیا تو کوئی حرج ہو گیا کیا؟" وہ بے چاری گڑبڑا گئی تھیں۔

انہیں کیا پتہ تھا کہ بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ دے بیٹھی ہیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیوں نہیں ہے حرج۔۔۔ عجیب اصول ہیں اس گھر کے۔ اپنی مرضی کا کوئی ایک بھی کام نہیں کر سکتے۔ یہ کیوں کر رہی ہو، وہ کیوں کیا ہے، یہاں کیوں گئیں۔ ہر وقت تفتیشی ماحول بنا رہتا ہے۔" وہ ناراضی سے کہہ رہی تھی۔

"یہ سب بھی محبت کا انداز ہے ماہی! آج کے اس نفسا نفسی کے دور میں جب ہر کوئی وقت کی چکی میں بری طرح سے پس رہا ہے، بہت کم گھرانے ہم جیسے ہوتے ہیں۔ ہر وقت ایک دوسرے کا احساس کرنے والے، خیال رکھنے والے۔"

سارہ آپی کی آنکھوں یں جگنوؤں کی سی چمک اتر آئی تھی۔ جو ہمیشہ کی طرح اسے اکتاہٹ کا شکار کرنے لگی۔

"آپ کو تو بس یہ محبتیں ہی لے ڈوبی ہیں۔ اسی لیے اتنے آرام سے تابش بھائی سے منگنی کر والی۔ مگر کل کو جب عملی زندگی میں قدم رکھیں گی، تب آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو گا۔ الگ رہتیں تو عیش بھی کرتیں۔ مگر اتنی بڑی فیملی میں پتا بھی نہیں چلے گا کہ مہینے کے دس ہزار کہاں کھپ گئے۔ تب بتایئے گا کہ محبت کا پنچھی دل کی کس ڈال پہ بیٹھا ہے۔"

"سب کی سوچ تم جیسی نہیں ہوتی حالات اچھے ہوں یا برے ایک دوسرے کے ساتھ کے سہارے ہی گزرتے ہیں۔ دکھ ہوں یا سکھ دونوں میں ہی سب سے پہلے اپنے یاد آتے ہیں۔"

"بہت بے کار فلسفہ ہے آپ کا۔"

اس نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا اور ان کے بستر پر دراز ہو گئی۔

"خدا نہ کرے کہ کبھی تمہیں ان محبتوں سے دور ہونا پڑ جائے تو۔۔۔" وہ متاسفانہ انداز میں کہنے لگی تھیں کہ

وہ فوراً اُن کی بات کاٹ کر بولی۔

"خدا کرے وہ دن میں آئے۔ میں تو شکرانے کے نفل پڑھوں گی۔ میرا تو خواب ہے اپنی مرضی کی زندگی میں گزارنا۔ یہاں تو ایک کام کر کے دینے کو دس بندے تیار بیٹھے ہوتے ہیں۔"

"یہ اکٹھے رہنے کا سب سے بڑا فائدہ سمجھا جاتا ہے۔" سارہ آپی نے بڑے تحمل سے کہا تھا۔ مگر وہ ناگواری سے بولی۔

"اور میں اسے سر پر مسلط ہونا کہتی ہوں۔ جہاں آپ کو کبھی بڑا ہونے ہی نہیں دیا جاتا۔ کیونکہ ہر وقت ڈھیر سارے بڑے آپ کو ٹوکنے کے لیے ارد گرد موجود ہوتے ہیں۔"

"اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ اس طرح آپ تک بہت کم دکھ پہنچتے ہیں۔ کیونکہ ہر مشکل اور پریشانی کو حل کرنے کی ذمہ داری ان ہی بڑوں کے کندھوں پر ہوتی ہے۔ اس سے آپ کی زندگی بہت زیادہ ٹینشن میں نہیں گزرتی۔"

سارہ آپی بہت تحمل کے ساتھ اس کی بے سروپا سنتی اور برداشت کرتی تھیں۔ مگر ساتھ ہی ساتھ اسے سمجھانے کا فریضہ بھی انجام دیتی رہتی تھیں۔

ابھی اس نے مزید کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ نوین چائے کا کپ لیے چلی آئی۔

"آپی! زیادہ سر دکھ رہا ہے تو دبا دوں؟"

وہ چائے کا کپ پکڑاتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"یہ آرڈر تائی اماں نے جاری کیا ہوگا؟"

ماہین نے جواباً پوچھا۔

حسب توقع اس کا جواب اثبات میں تھا۔

"جاؤ تم۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

اس کے بے زاری سے کہنے پر نوین خاموشی سے چلی گئی۔

"دیکھا آپ نے۔ ذرا سی بات کو بڑھا چڑھا کر کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں سب۔ ذرا سا سر میں درد ہو رہا ہے۔ بس چائے بنانے کا سوچنا ہی غضب ہو گیا۔"

سارہ آپی نے اسے ملامتی نظروں سے دیکھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہے اور کچھ نہیں۔ خدا کا شکر ادا کرنے کے بجائے تم ہر وقت شکوے شکایات کرتی رہتی ہو۔ کون کرتا ہے اتنا خیال کسی کا۔"

"بس میرا دم گھٹتا ہے ان چونچلوں سے۔" وہ سر جھٹک کر چائے پینے لگی۔

اس کے انداز و الفاظ نے چند لمحوں کے لیے انہیں ساکت کر دیا۔

قدرے توقف کے بعد وہ متاسفانہ انداز میں بولیں۔

" صحیح کہتی ہیں امی! تم بے حد ناشکری ہو۔ خود سے منسلک رشتوں کی نہ تو تمہیں پرواہ ہے اور نہ ہی قدر۔"

"خیر، اب ایسا بھی نہیں ہے۔" وہ فی الفور ان کے کہے کی تردید کر گئی۔ پھر اپنی بات کی وضاحت کرنے لگی۔

"مجھے صرف، ہر وقت ان کا مرغی کی طرح، سب کو اپنے پروں میں سمیٹے رہنا عاجز کر دیتا ہے۔"

"تمہیں بالکل بھی اندازہ نہیں ماہی! کہ تمہاری سوچ کتنی غلط ہے۔ مرغی بھی اپنے بچوں کو پروں میں اس لیے

سمیٹے رہتی ہے کہ انہیں زمانے کی مشکلات اور سرد و گرم سے بچا کر رکھے۔ ہم تو پھر انسان ہیں۔ جذبات و احساسات سے گندھے۔"

وہ بہت رسانیت سے بولیں تو اس نے شانے اچکاتے ہوئے لاپروائی سے کہا۔

"بہر حال میں اپنی زندگی خود جینا چاہتی ہوں۔ بہت ریلیکس ہو کر اور اس کے لیے مجھے اپنے کندھوں پر محبتوں کے گٹھڑ نہیں چاہئیں جو ٹھیک سے سانس بھی نہ لینے دیں۔"

اور وہ گہری سانس بھر کے رہ گئی تھیں۔

***

شدید گرمی کے باوجود عاشر اس ویک اینڈ پر بھی آگیا تھا اور آتے ہی سب گھر والوں نے اس کے اتنے ناز اٹھانا شروع کیے کہ ماہین کلس کر رہ گئی۔ جبکہ وہ ہنستا مسکراتا سب سے لاڈ اٹھوا رہا تھا۔

"اتنی شدید گرمی پڑ رہی ہے لاہور میں کہ حد نہیں۔ اوپر سے وقت بے وقت لوڈ شیڈنگ۔ اف اسی لیے تو بھاگتا ہوں وہاں سے۔"

وہ تائی اماں کی گود میں سر رکھے برآمدے میں بچھے پلنگ پر لیٹا بتا رہا تھا۔

"سچی بات تو یہ ہے کہ تم صرف ایک بہترین ویک اینڈ منانے کے لیے وہاں سے بھاگتے ہو۔"

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ اس گھر میں محبتوں کا جو جادو پھیلا ہوا ہے، وہ کہیں اور ٹکنے ہی نہیں دیتا۔"

وہ آرام سے بولا تو سب ہی نے اس کی تائید کی۔ سوائے ماہین کے۔ اسے یہ سب اپنے لاڈ اٹھوانے کا ڈھکوسلا لگ رہا تھا۔

وہ ناک چڑھاتی اٹھ کر اپنے اور سارہ آپی کے مشترکہ کمرے میں چلی آئی۔

تائی اماں کے تین بیٹے تھے اور ایک بیٹی۔

سب سے بڑے تابش اس سے چھوٹا عاشر پھر احمر اور بیٹی نوین۔ ان کے چچی جان تھیں۔ ان کے چار بچے تھے۔ دو بیٹیوں فوزیہ اور فرزانہ کو بیاہنے کے بعد وہ دو بہوئیں گھر میں لا چکی تھیں اور اب اپنے پوتے پوتیاں کھلا رہی تھیں۔

سب سے آخر میں ماہین کی امی کی باری آتی تھی۔ وہ اس گھر کی سب سے چھوٹی بہو تھیں اور ان کی اولاد میں سارہ اور ماہین شامل تھیں۔

کشادہ سے گھر میں ہر وقت کا ہلا گلا اور ہنگامے بہت پُر رونق لگا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سب ہی خوشیوں سے بھرا وقت گزار رہے تھے۔ ایک دوسرے کے غم میں شریک اور چھوٹی سے چھوٹی خوشی کو کھلے دل سے مناتے۔

"پھر بھی عاشر! بچے اتنی شدید گرمی میں ہر ہفتے اتنا لمبا سفر کر کے آنے کی کیا تک بنتی ہے۔ میں نے تو کہا تھا کہ مہینے کے آخر میں آجایا کرنا۔"

ماہین کے کانوں سے تائی اماں کی متفکرانہ آواز ٹکرائی تھی۔ یقیناً وہ ابھی تک یہ سوچ سوچ کر بے چین ہو رہی تھیں کہ وہ اتنی گرمی میں لاہور سے گجرات تک کا سفر کر کے آیا تھا۔

"جی نہیں۔ پہلے ہی پتا نہیں میں کیسے اتنی دوری برداشت کر رہا ہوں۔ کچھ ہی عرصہ ہے دیکھئے گا، میں یہاں ٹرانسفر کروا لوں گا۔" وہ بڑے مزے سے کہہ رہا تھا۔

"لو جی۔ یہاں کیا پڑا ہے جو بھاگے چلے آتے ہیں۔ شکر نہیں کرتے کہ ان ہنگاموں اور ہجوم سے دور پُر سکون زندگی گزار رہے ہیں۔" ماہین نے جل کر سوچا تھا۔

"روٹی گول ہوتی ہے بھائی! اسی لیے تو میلوں سفر کراتی ہے پہیے کی طرح۔"

نائلہ بھابی نے خربوزوں کی کٹی قاشوں سے سجی پلیٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے شرارت سے کہا تو وہ برجستگی سے بولا۔

"نو پرابلم بھابھی صاحبہ! ہم روٹی کو چوکور بنا کر ایک ہی کونے میں ٹکے رہیں گے۔"

"ہم سب دعا کریں گے" سعدیہ بھابھی نے بھی اسے تسلی دی تھی۔

***

"اتنی گرمی میں شادی کرانے کی بھلا کیا تک بنتی ہے آپی"!

اس نے تکیہ پٹختے ہوئے سارہ آپی سے کہا، جو مسلسل مسکرائے جا رہی تھیں۔

"مگر میں آپ سے کیوں پوچھ رہی ہوں۔ آج سے پہلے آپ نے کون سا میری مرضی کا کوئی کام کیا ہے۔"

آج ایک بے پناہ شور و ہنگامے بھری گھریلو تقریب منعقد کی گئی تھی۔ فوزیہ اور فرزانہ آپی تک ان کے شوہر اور بچوں سمیت بلوائی گئی تھیں اور اس "پُر مسرت" موقع پر سارہ آپی اور تابش بھائی کی شادی کی بہت قریبی ڈیٹ فکس کر دی گئی تھی۔ اتنے خوشی بھرے ماحول میں بھی وہ سارا وقت اختلاج کا شکار رہی تھی۔ اتنے گرمی اور اتنے ڈھیر سارے لوگ۔ کچن میں تو ماہین نے جھانک کر بھی دیکھنے کی غلطی نہیں کی تھی اور اب وہ سارہ کا دماغ کھا رہی تھی۔ مگر وہ اسے قطعی طور پر نظر انداز کرتی اپنے بستر پر لیٹ کر کروٹ بدل گئیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ماہین کلس کر رہ گئی۔ تابش بھائی بہت اچھے سہی مگر اسے ان دونوں کی منگنی پر بھی بہت سے اختلافات تھے۔

"اف آپی! کتنے آرام سے ہامی بھر لی آپ نے تابش بھائی کے لیے۔"

"کیوں اس میں آخر عیب کیا ہے؟" وہ حیران ہوئی تھیں۔

"کمال ہے آپی! ساری عمر اس گھر میں گزار کر بھی آپ کا دل نہیں بھرا۔ اسی گھر کے ایک سے دوسرے کمرے میں شفٹ ہو جائیں گی اور بس۔۔۔ نیا کیا ہے اس میں؟"

"پاگل ہو تم بالکل۔۔۔" وہ شرمگیں مسکراہٹ کے ساتھ بولیں اور آنکھوں میں چھم سے تابش رزاق کا وجیہہ سراپا اتر آیا۔

"ایک نئے اور اجنبی بندے کا ساتھ، کیا زندگی کے نئے پن کے لیے کافی نہیں ہے؟"

"لو جی۔۔۔" ماہین نے انہیں بے یقینی سے دیکھا۔ "یہ نیا اور اجنبی بندہ کون ہے بھلا۔۔۔؟ خدا جھوٹ نہ بلوائے تو کم از کم بھی چوبیس سالوں سے دیکھ رہی ہیں اس بندے کو۔ سب سے زیادہ تو انہیں آپ ہی جانتی ہیں۔"

"پگلی۔ اس جاننے اور اب کے جاننے میں بہت فرق ہو گا۔ پہلے کے رشتے میں ایک حد تھی۔ محبت کا انداز الگ تھا۔

"یہ تو کوئی مزے کی بات نہیں ہے۔ شادی سے پہلے بھی آپ یہیں رہ رہی ہیں اور بعد میں بھی یہیں رہیں گی۔ وہی شکلیں اور وہی عادتیں رکھنے والے لوگ۔۔۔"

سارہ آپی نے گہری سانس بھرتے ہوئے اس کی طرف کروٹ بدلی تھی۔

"یہ سب لوگ ہمارے اپنے ہیں ماہی! میں تو خدا کا لاکھ شکر ادا کرتی ہوں کہ مجھے کسی نئے امتحان کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ سب سے مشکل مرحلہ کسی انجانی جگہ، اجنبی لوگوں کے درمیان ایڈجسٹمنٹ کا ہوتا ہے اور مجھے اس میں کوئی پرابلم نہیں ہو گی، کیونکہ میرا میکہ اور۔۔۔ سسرال ایک ہی ہے۔ شادی کے بعد ایک ہی تو ہوک اٹھتی ہے لڑکی کے دل میں۔۔۔ اپنے میکے کی۔ میرے ماں باپ اور بہن میری نظروں کے سامنے ہوں گے تو خوشی اور اطمینان بھری زندگی گزرے گی۔"

وہ اس قدر شانت اور مطمئن تھیں کہ ماہین کراہ کر رہ گئی۔

"اف۔۔۔" اس نے تکیہ چہرے پر رکھ لیا تھا۔

"آپ تو کنوئیں کی مینڈک ہیں بس۔"

"مجھے بخشو تم۔ اپنی دفعہ ساری خواہشیں پوری کر لینا۔" وہ بھی چڑ ہی گئیں۔

"میں تو شکرانے کے نوافل پڑھوں گی جو اس ہجوم سے نکلوں گی۔ اتنے سارے لوگوں میں انسان کی اپنی کوئی شخصیت ہی نہیں بن پائی۔"

ان کے جواب میں وہ فی الفور بولی تو سارہ آپی سر پکڑ کر رہ گئیں۔ جانے اس لڑکی کا کیا بننے والا تھا۔

***

شادی کے دن قریب آتے ہی گھر میں روایتی سی ہلچل شروع ہو گئی۔ جہاں سارا دن بازاروں کی خاک چھاننے میں گزرتا تھا، وہیں شام کے سائے ڈھلتے ہی ڈھولک رکھ لی جاتی۔ لڑکیاں بالیاں اکٹھی ہو کر اتنی رونق لگاتیں کہ مزہ آجاتا اور یہ سب کچھ اتنا دلکش تھا کہ ماہین جیسی آدم بے زار بھی اپنے ساری اکتاہٹ اور بیزاری بھول

کر اس ہنگامے کا حصہ بن گئی تھی۔

اتنے دنوں سے اس کی نصیحتوں اور الٹی سیدھی منطقوں کا شکار بنتی سارہ آپی نے بھی سکھ کا سانس لیا تھا۔

وہ بہت دلچسپی اور دل جمعی کے ساتھ شادی کی تیاریوں میں مگن تھی اور اس تمام جوش و خروش کا رزلٹ شادی والے روز اس کے دلکش روپ کی صورت نکلا تھا۔

ہر وقت ہجوم اور گرمی کا شور کرنے والی ماہین اس وقت سب کی پُرستائش نظروں کے احساس سے اترا رہی تھی۔

تب ہی کسی پر نہ ٹھہرنے والی عاشر رزاق کی نظر اس کے روپ پر ٹھہر سی گئی۔ تابش بھائی کی انگلی پر مہندی لگا کر نیگ کے لیے جھگڑتی وہ اپنا سجل سا روپ لیے سیدھی اس کے دل میں اتر گئی تھی۔

"کمال ہے۔ اتنے سالوں میں تو کبھی ایسا کچھ نہیں لگا اور اب یوں اچانک۔۔۔" وہ خود ہی ہنس دیا تھا۔

اس کی باقی تمام کزنز سے تو بے تکلفانہ دوستی تھی مگر ماہین کی الگ تھلگ رہنے والی ریزروسی فطرت کے باعث وہ اس سے بہت کم ہی مخاطب ہوتا تھا۔ حالانکہ باقی سب بہنیں اور بھابھیاں اکثر و بیشتر اس کی شوخیوں اور برجستہ جملوں کی زد میں رہتی تھیں اور پلٹ کر جوابی حملہ بھی کر دیتی تھیں۔ مگر ماہین نہ تو کبھی اس سے بے تکلف ہوئی تھی اور نہ ہی کبھی عاشر نے خواہ مخواہ اسے گفتگو میں گھسیٹنے کی کوشش کی تھی۔

یوں بھی پہلے تو اس کی پڑھائی نے اسے سر اٹھانے کی مہلت نہیں دی تھی۔ اس کے بعد کے چار سال دوسرے شہر میں نوکری کی تلاش میں گزر گئے تھے۔ اتنا ٹائم ہی کہاں ملتا تھا کہ کسی اور خوش کن خیال کو دل و ذہن میں جگہ دی جاتی۔ اب وہ لاہور میں ایک بہت اچھی پوسٹ پر جاب کر رہا تھا اور سیٹل بھی ہو چکا تھا۔ ہر ویک اینڈ پر

گھر آتا مگر اتنے سارے لوگوں میں اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ماہین سے ملاقات ہوئی بھی تھی یا نہیں۔

مگر آج کی یہ واردات بے حد انوکھی تھی۔

نوین کو چچا جان نے آواز دی تو وہ اس کی گھوری نظر انداز کرتی بھاگ گئی۔

"بد تمیز ہیں ساری خود غرض۔"

وہ روہانسی ہونے لگی۔اتنے شوق سے اس نے ہاتھوں میں پہننے کے لیے گجرے منگوائے تھے۔باقی سب میں بانٹنے کے بعد اب جب اس کی باری آئی تھی تو کوئی بھی اسے گجرے پہنانے والا نہیں بچا تھا۔اچھی بھلی نوین موجود تھی اسے بھی چچا جان نے پکار لیا تھا۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟"

تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھتا عاشر اسے راہداری میں محو انتظار پا کر ٹھٹھک گیا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا مجھے۔" وہ خفا خفا سی رخ موڑ گئی۔

کوئی اور موقع ہوتا تو اپنے مزاج کے مطابق عاشر بھی شانے جھٹک کر اپنی راہ لیتا۔اس کے تو اپنے بھی ہزار نخرے تھے مگر وہ ماہین کا سجل سا روپ ہی تھا جو اس کے قدموں میں بیڑی بن گیا تھا۔

"مار پڑی ہے کیا؟"

"جی نہیں۔" وہ حسب توقع چڑ کر پلٹی تھی۔

"اچھا۔چہرے سے تو لگ رہا ہے، جیسے رو کر آئی ہو۔" لبوں کی تراش میں مسکراہٹ دبائے وہ بڑی فرصت کے عالم میں اس کے نقوش کی دلکشی جانچ رہا تھا۔

اس کی مسکراہٹ نے ماہین کو تپا دیا۔

ابھی سب اس کی ڈریسنگ اور میک اپ کی اتنی تعریف کر کے گئی تھیں اور عاشر نے دو سیکنڈ میں سب کچھ برابر کر دیا تھا۔

"غلط فہمی ہے آپ کی۔مجھے آج تک کبھی کسی نے ڈانٹا تک نہیں ہے۔"

"او کے۔۔۔" وہ فوراً شرافت کی جون میں آگیا۔"ویسے مسئلہ کیا ہے؟"

ماہین کے دل کا درد پھر سے بیدار ہونے لگا۔

"یہ گجرے۔۔۔خود تو سب پہن گئی ہیں۔بھی میری باری آئی تو نوین بھی بھاگ گئی۔"

"بس۔۔۔اتنی سی بات۔۔۔لاؤ میں پہناتا ہوں۔"

اس نے گہری ہوتی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھوں سے گجرا تھام لیا۔

وہ گومگو کی سی کیفیت میں کھڑی تھی کہ اسے یہ آفر قبول کرنی چاہیے یا نہیں۔مگر وہ اسے سوچنے کا مزید موقع دیے بغیر بعجلت بولا۔

"جلدی کرو نا۔پھر میرج ہال بھی پہنچنا ہے۔سب گاڑیوں میں بیٹھ رہے ہیں۔"

نچار ماہین کو ہاتھ آگے بڑھانا پڑا تھا۔

"اتنی تو چوڑیاں بھری ہیں کلائی میں۔مگر تم لڑکیوں کا سنگھار تو ان لمٹڈ ہے۔"

وہ اس کی چوڑیاں پیچھے کر کے گجرا باندھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

وہ بے ساختہ ہنس دی۔"ان کے بغیر بھلا کیا مزہ۔۔۔"

اس کی ہنسی عاشر کی سماعتوں کو بہت بھلی لگی تھی۔

"اچھا۔۔۔تو پھر سمجھ لو میں نے سارے بندھن توڑ کر تمہارے ہاتھوں میں اپنا بندھن باندھ دیا ہے۔"

وہ اس کے دوسرے ہاتھ میں گجرے کو گرہ لگاتے ہوئے اطمینان سے بولا تو وہ گڑ بڑا کر عاشر کو دیکھنے لگی۔

اس کے ہونٹوں پہ نہ سمجھ میں آنے والی دلکش مسکراہٹ تھی۔

ماہین کا دل بے ترتیبی سے دھڑکا تھا۔ گڑ بڑا کر اپنا ہاتھ کھینچا تو چوڑیاں اس کی انگلویں سے ٹکرا کر دلفریب سا جلترنگ بجا گئیں۔ وہ ہنوز اس کی راہ میں ایستادہ تھا۔

ماہین اس کے بدلتے انداز سے پریشان ہونے لگی۔

"آپ شاید کسی کام سے جا رہے تھے۔"

"میرا کام تو تمام ہو گیا۔"

وہ گہری سانس کھینچتے ہوئے معنی خیز انداز میں بولا تو اس کی شوخ نظروں نے اس کی پلکوں کو بوجھل کر دیا۔

"ارے۔۔۔" وہ ہنس دیا۔ "تم شرماتی بھی ہو۔"

"آپ پلیز راستے سے ہٹیں۔"

وہ عاشر سے زیادہ اپنی دھڑکنوں کے بدلتے انداز سے خوفزدہ ہو گئی تھی۔

"اور اگر میں تمہارے ہر راستے کی منزل بن جاؤں تو؟"

وہ تو آنکھوں کے راستے دل میں گھسا جا رہا تھا۔ ماہین کی قینچی جیسی زبان جیسے تالو سے چپک کر رہ گئی۔

بمشکل اسے ہاتھ سے ایک طرف دھکیلتی وہ تقریباً بھاگتے ہوئے باہر نکل گئی۔ مگر اس کے بعد بھی سارا وقت

وہ خود کو اس کی مسکراتی نظروں کے حصار میں محسوس کرتی رہی تھی۔ دودھ پلائی کے وقت بھی اس نے ٹھیک سے جھگڑ کر نیگ وصول کرنے نہیں دیا تھا۔ اتنے برجستہ جملے کسے کہ وہ جو ہاتھ لگا وہی لے کر اسٹیج سے اتر آئی۔

جہاں سارہ آپی بے حد خوبصورت لگ رہی تھیں وہیں تابش بھائی بھی سب کی ستائش سمیٹ رہے تھے۔ دولہا دلہن کو رخصت کرا کے گھر لایا گیا۔

ایک یادگار دن کو انجوائے کرنے کے بعد رات گئے ان سب کو بستر نصیب ہوئے تو بے پناہ تھکن کے باوجود اسے فوراً نیند نہیں آئی تھی۔ بلکہ آنکھیں موندتے ہی پلکوں تلے عاشر کا سراپا اتر آیا تو وہ خود کو سرزنش کرنے لگی۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔ میں سارہ آپی کی طرح اسی گھر میں کھپنے کو تیار نہیں ہوں۔ وہی لوگ، وہی در و دیوار، کچھ بھی تو نیا پن نہیں ان سب میں۔" اس نے سونے کی کوشش کی۔

تب اسے خیال آیا کہ عاشر کے ناداز، اس کی مسکراہٹ اور مہکتے الفاظ کس قدر نئے اور انوکھے تھے۔

"اگر میں تمہارے ہر راستے کی منزل بن جاؤں تو۔۔۔؟"

"خدا کے لیے نہیں۔۔۔"

تکیے میں منہ چھپاتے ہوئے اس نے خود کو سختی سے مزید کچھ سوچنے سے باز رکھا تھا۔

مگر جب محبت دل پر دستک دینے لگے تو سماعتیں اور کچھ نہیں سنتی سوائے اس دستک کے۔

مگر اسے نہیں پتہ تھا کہ عاشر یہ بات تائی اماں کے کانوں میں بھی ڈال چکا ہے۔ ولیمہ کی پرمسرت تقریب اپنے

انجام کو پہنچی۔ ابھی وہ سب شوخیوں میں مگن تھے کہ تائی اماں نے لپک جھپک کر ماہین کو پکڑا اور اس کی انگلی میں عاشر کے نام کی انگوٹھی ڈال دی۔

سب کے شور و غل نے اور چھیڑ چھاڑ نے اسے ششدر کر دیا تھا۔ پھر پتا نہیں کس نے شرارت سے اس کا سر جھکا کر آنچل ڈال دیا تو اپنی بے بسی پر اس کا دل بھر آیا۔

وہ سب کے لاکھ روکنے پر نہیں رکی تھی۔ بھاگتے ہوئے اپنے کمرے میں آ کر بند ہو گئی۔ ہر چیز اس نے نوچ کر پھینک دی تھی۔

"یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ میری تو جیسے کوئی مرضی ہو ہی نہیں سکتی۔" وہ سب سے برگشتہ تھی۔

سب کے چہرے اس فیصلے پر جگمگا رہے تھے۔ کسی نے بھی اس کی بھیگی پلکوں کو دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

سب کو عاشر رزاق کی خوشی جو دکھائی دے رہی تھی۔

***

"بس اتنا ہی چارم ہوتا ہے۔ منگنی کروالی بھر پلٹ کر موصوف نے پوچھا بھی نہیں۔ یہ نقصان ہوتا ہے گھر کے بندے سے منگنی شادی کرانے کا۔ بچپن سے اب تک یہی شکل دیکھی ہے آئندہ زندگی میں بھی دیکھنی ہے تو اب دیکھنے کی ایسی کیا حسرت ہو گی۔"

وہ منگنی کے بعد کئی بار لاہور سے آیا تھا۔ ماہین سامنے ہوتی تو ٹھیک ورنہ اس نے کبھی اس سے ملنے یا بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

ماہین نے جل کر سارہ آپی کے سامنے دل کے پھپھولے پھوڑے تو اسے ذرا بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سارے خیالات مِن و عن اپنے چہیتے دیور تک پہنچا دیں گی۔

ویک اینڈ پر وہ گھر آیا تو ٹی وی لاؤنج میں ہمیشہ کی طرح محفل جمی ہوئی تھی۔ وہ بھی دل پر جبر کر کے اپنے کمرے میں پڑی رہی۔

"اگر اسے میری شکل دیکھنے کا شوق نہیں تو میں بھی مر نہیں رہی اس کے پیچھے۔" اسے سخت تاؤ آ رہا تھا۔

اتنی مشکلوں سے دل کو اس رشتے کے لیے راضی کیا تھا۔ مگر عاشر کا رویہ پھر سے اسے متنفر کر رہا تھا۔

"ماہی۔۔۔ اتنی گرمی میں اندر کیوں گھسی بیٹھی ہو۔ چلو چھت پر چلیں۔ اتنی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ بس منٹوں میں بارش ہونے والی ہے۔"

سارہ آپی نے آ کر اسے للچایا۔ تو وہ بارش کی دیوانی فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ سیڑھیوں تک پہنچ کر وہ ٹھٹک گئیں۔

"اوفوہ۔۔۔ میری یادداشت بھی نا۔۔۔ تابش کو دودھ کا گلاس تو دیا ہی نہیں۔" وہ اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے بولیں۔ "تم اوپر چلو میں ابھی دو منٹ میں آئی۔"

یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جس پر وہ ٹھٹکتی۔ لہٰذا سر ہلاتے ہوئے اوپر چلی آئی۔ دھڑکنیں تو تب بے ترتیب ہوئیں جب عاشر کا سامنے پایا۔

اچھے موسم اور ٹھنڈی ہوا کا سارا شوق ہوا ہو گیا۔ وہ فوراً پلٹی۔

"ماہین۔۔۔!" عاشر نے آواز دے کر اسے روکا تھا۔

"بھابی بتا رہی تھیں کہ تمہیں مجھ سے بہت شکوے ہیں۔ میں نے سوچا کہ کچھ تمہاری زبانی بھی سنا جائے۔" وہ اس کے مقابل کھڑا مسکرا رہا تھا۔

ماہین کی ساری طراری رخصت ہونے لگی۔

"میرے خیال میں جوائنٹ فیملی سسٹم کا یہی فائدہ ہوتا ہے۔بندہ اپنے آپے میں تو رہتا ہے نا۔ورنہ تم تو مجھ سے چھپتی پھرتیں۔"

وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔اور ماہین کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کی نظروں کے سامنے سے غائب ہو جاتی۔

وہ قدرے رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔تیز ہوا سنگ لہراتا اس کا دوپٹہ عاشر کے چہرے پر پھڑ پھڑا رہا تھا۔

"کیا بے اعتباری ہے مجھ پر۔۔۔؟"

"میں نے تو۔۔۔ایسا تو کچھ نہیں کہا۔"

اس نے کمزور لہجے میں اپنا دفاع کرنے کی کوشش کی تو وہ پھر سے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"اچھا۔۔۔"اس نے لحظہ بھر کو رک کر جیسے الفاظ مجتمع کیے۔

"تو پھر جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ سن لو۔"

اس کے آر یا پار والے انداز پر ماہین کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں۔

"عاشر پلیز۔"حیا سے بوجھل لہجہ عاشر کی سماعتوں کو بہت بھلا لگا تھا۔

"بہت بہتر۔۔۔ویسے مجھے بھی رومینس کو لفظوں میں بیان کرنا اچھا نہیں لگتا۔"

وہ اطمینان سے کہتا ماہین کو برافروختہ کر گیا۔ابھی وہ پہلے ہی حملے سے سنبھلی نہیں تھی کہ وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولا۔

"محبت وغیرہ کا تو مجھے کچھ تجربہ نہیں ہے۔لیکن جو ہم چاہتے ہوں وہ ہو جائے تو زندگی بہت پر سکون ہو جاتی

ہے۔ایسا ہی سکون آج کل مجھے بھی اپنی رگوں میں دوڑتا محسوس ہو رہا ہے۔پھر بھی اگر تم کچھ عہد و پیمان چاہتی ہو تو میں وہ بھی کرنے کو تیار ہوں۔"

اسے اب معلوم ہوا تھا کہ عاشر کی لاپروائی کی شکایت کرنا بہت آسان کام تھا مگر اس کی پرواہ اور توجہ کو سہنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

"میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا تھا۔۔۔"وہ منمنائی تھی۔

"دیٹس ویری گڈ۔"وہ سراہنے والے انداز میں بولا تھا۔"میں بھی شادی سے پہلے لفظوں کی فضول خرچی کے حق میں نہیں۔منگنی کا پیریڈ فقط باہمی اعتماد و اعتبار کے سہارے گزارنا چاہیے اور شادی کے بعد محبت کی زندگی۔"

"آپ یہ ٹاپک چینج نہیں کر سکتے۔۔۔"ماہین نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔اسے ٹوٹ کر شرم آ رہی تھی۔

وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے ہنس دیا تھا۔پھر شرارت سے بولا۔

"ایک تو تم لڑکیوں کی یہ عادت بہت عجیب ہے۔پہلے تو شکوے شکایات کرتی ہو،اس کے بعد شرم و حیا کے دورے پڑنے لگتے ہیں۔"

"آپ کو بہت تجربہ ہے"لڑکیوں"کی عادتوں کا۔"

"اوہو۔۔۔تو جیلسی کا مادہ بھی موجود ہے۔"وہ محظوظ ہوا تھا اور ماہین حد درجہ خجل۔

"میں جاؤں اب؟"

"اتنے اچھے موسم میں،آج جانے کی ضد نہ کرو۔"وہ ہلکے سے گنگنایا تو وہ طنزاً بولی۔

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ آپ اتنا فضول بھی بولتے ہیں۔"

"میں بہت اچھا بھی بولتا ہوں۔ بس ذرا شادی ہو لینے دو۔"

وہ اطمینان سے بولا تو وہ ایک مرتبہ پھر سٹپٹا گئی۔

"تھوڑا سا انتظار کرو۔ اس کے بعد آتے ہی بہانے بہانے سے تمہیں ڈھونڈا کروں گا۔"

وہ تسلی دینے والے انداز میں بولا۔ مگر اس کی شرارت کو ماہین بہت اچھی طرح محسوس کر چکی تھی۔ اس کا چہرہ جیسے آگ کی لپٹوں کی زد میں آ گیا تھا۔

دو قدم پیچھے ہٹنے کے بعد وہ پلٹی اور بھاگتے ہوئے سیڑھیاں اترنے لگی۔ عاشر سر جھٹک کر ہنس دیا تھا۔

***

"کتنا مزہ آتا آپی! آپ کی شادی کہیں دوسرے شہر میں ہوئی ہوتی تو ہم آپ سے ملنے جایا کرتے۔ پکنک کی پکنک ہو جاتی۔" وہ بڑی حسرت سے کہہ رہی تھی۔

تولیے سے بالوں کو رگڑتا تابش کا ہاتھ وہیں ٹھٹک گیا۔

"کیوں بھئی۔ مجھ سے کیا قصور سرزد ہو گیا ہے؟"

"اوفوہ۔۔۔ شادی تو آپ ہی سے ہوتی مگر آپ کہیں اور رہتے نا۔" اس نے وضاحت کی تھی۔

"ہاں دور دیس کے شہزادے ہوتے۔" سارہ آپی شرارت سے بولیں۔ تو انہوں نے بھی اس شرارت کا پورا لطف لیا۔

"اور تم بھولی بھٹکی شہزادی۔"

ان کی محبت پاش نگاہیں، سارہ آپی کی شرمگیں مسکراہٹ۔۔۔ اسے کچھ بھی نہیں بھا رہا تھا۔ اکتا کر باہر نکل آئی۔

ان دنوں اسے صرف ایک ہی خیال ستا رہا تھا کہ عاشر سے شادی کے بعد بھی اسے اسی "چڑیا گھر" میں رہنا تھا۔ جہاں ابھی بھی سنڈے کی چھٹی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بچوں نے اودھم مچا رکھا تھا۔

امی، چچی جان اور تائی اماں موسمی پھلوں کا ڈھیر لیے اسکواش اور مربوں کی تیاریوں میں مگن تھیں۔ سعدیہ بھابی اور سارہ آپی کے ذمہ اچار اور چٹنیوں کی تیاری کی ذمہ داری تھی اور نائلہ بھابی بچوں کو آپے میں رکھنے پر مامور ہلکان ہو رہی تھیں۔

اسے تائی جان نے آواز دی تو وہ سست روی سے ان کی طرف چلی آئی۔

"کیا بات ہے۔ اتنی خاموش کیوں پھر رہی ہو؟"

تائی اماں تو یوں بھی محبتوں سے گندھی تھیں۔ ہر پل سب کو چہکتا اور خوش دیکھنے کی تگ و دو میں مصروف رہتیں۔ مگر ماہین کے لیے عاشر کی خواہش جاننے کے بعد تو وہ کچھ اور بھی خیال رکھنے لگی تھیں۔

"بس ایسے ہی۔" اس کا جواب بےزاری سے بھرپور تھا۔

مگر امی کو تو موقع مل گیا۔

"یونہی فارغ پھرتی رہتی ہے۔ سستی تو طاری ہونی ہی ہے۔ لاکھ دفعہ کہا ہے کہ کچھ سینا پرونا ہی سیکھ لے اور کچھ نہیں تو کچن میں ہی جھانک لیا کرے مگر نہیں۔ سارا دن روح کی طرح پورے گھر میں چکراتی پھرتی ہے۔"

"ساری سستی دور ہو جائے گی امی جی! شادی کے بعد دیکھئے گا کتنی ایکٹو ہو جائے گی۔ عاشر کی تو عادت ہے سب کی دوڑیں لگوا کر کام کراتا ہے۔"

نائلہ بھابی نے قریب آتے ہوئے درپردہ ماہین کو چھیڑا تھا۔

"مجھے دوڑیں لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہاں ماشاءاللہ سے ایک کام کرنے کو دس لوگ تیار بیٹھے ہوتے ہیں۔" وہ تنک کر بولی تھی۔

"تب ہی تو بچی ہوئی ہو۔" امی اس کے سیدھے سپاٹ جوابات سے یونہی چڑا کرتی تھیں۔

"بھئی، جس کسی نے بھی شوہر کے معدے سے ہو کر دل تک پہنچنے کا راستہ دریافت کیا ہے میں شادی کے چھ سالوں کے بعد اس سے پوری طرح متفق ہو چکی ہوں۔ اس لیے ماہی صاحبہ! تم بھی کچن سے دوستی کر لو۔ کیونکہ عاشر تو کھانے کے معاملے میں اپنے بھائیوں سے زیادہ خوش خوراک ہے۔"

"مل جل کے رہنے کا یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ مل بانٹ کے سارے کام نمٹ جاتے ہیں اور کسی ایک پر بوجھ بھی نہیں پڑتا۔ ماہی کون سا پہلے بھی کچن سنبھال رہی ہے، جو اب ہم اسے اس بکھیڑے میں ڈالیں گے۔ تم صرف عیش کرنا ماہی۔" سعدیہ بھابھی مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

جبکہ اس ساری چھیڑ چھاڑ سے الگ اس کا ذہن الگ ہی اڑانیں بھر رہا تھا۔

***

ادھر ننھا ابراہیم سارہ آپی کی گود میں آیا۔ ادھر عاشر اور ماہین کی شادی کی تیاریاں اپنے اختتام کو پہنچیں۔

بے حد شان و شوکت سے وہ رخصت ہو کر عاشر کے کمرے میں پہنچی تھی اور تب اسے اندازہ ہوا کہ سارہ آپی

کیوں خوش رہتی تھیں اور تابش بھائی کی محبتوں کے انداز انہیں نئے اور انوکھے کیوں لگتے تھے۔ عاشر نے اسے اس قدر اپنائیت کا احساس دلایا کہ وہ ہواؤں میں محوِ سفر ہو گئی۔

کبھی کبھی تو اسے یقین ہی نہیں آتا تھا کہ ایک ہی گھر میں سالوں اکٹھے رہنے کے باوجود عاشر اسے یوں ٹوٹ کر چاہ رہا تھا۔

"اب پتا چلا کیسا جادو پھیلا ہے اس گھر میں محبتوں کا۔ کیسے چپکے سے عاشر کے دل میں گھر کر کے بیٹھ گئی ہو۔" سارہ آپی اسے چھیڑتیں۔

مگر جو کچھ وہ دل میں ٹھانے بیٹھی تھی وہ کسی کو بھی معلوم نہیں تھا۔

عاشر کا ارادہ اپنی چھٹیوں کے دنوں میں اسے مری وغیرہ لے جانے کا تھا مگر جب فوزیہ آپی کے شوہر کو کاروبار کے لیے مزید روپوں کی اشد ضرورت پڑی تو فوزیہ آپی اور ریحان بھائی کے لاکھ انکار کے باوجود عاشر نے سیر و تفریح کے لیے رکھے تمام روپے اٹھا کر ریحان بھائی کے ہاتھوں میں تھما دیے۔

جہاں سب عاشر کے متشکر ہوئے وہیں ماہین کا دل جل کر رہ گیا۔

وہ عاشر سے روٹھی ہوئی تھی۔

"روز روز ایسا موقع تھوڑی ملتا ہے۔ اتنا اچھا چانس گنوا دیا آپ نے۔"

"ارے یار۔ محبت زندہ باد۔ ہنی مون تو یہاں رہ کے بھی منایا جا سکتا ہے۔"

اس نے اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے بہت وارفتگی سے کہا تو اسے ہر بات بھولنے میں چند ہی سیکنڈ لگے تھے۔

"پتہ ہے ماہی! مجھے ایسی ہی بیوی چاہیے تھی جو اسی گھر کا حصہ بن کے رہتی۔ مجھے ہی نہیں میرے گھر والوں کو

ہی بھی سمیٹ کر رکھتی اور تم۔۔۔ کمال ہو یار! گھر والوں کو نہیں گھر والے کو بھی قابو میں کر رکھا ہے۔"

عاشر نے ان گزرے دنوں میں کئی بار برملا کہا تھا۔ لیکن چھٹیاں ختم ہوتے ہی جب عاشر نے واپسی کے لیے پیکنگ شروع کی تو ماہین ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھ کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

وہ اپنی شرٹس بیگ میں رکھ کر پلٹا تو وہ الماری کا دروازہ بند کیے اس سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔

وہ بے ساختہ مسکراتے ہوئے اس کی طرف بڑھا تھا۔

"کیا ارادہ ہے؟"

اس کے دائیں بائیں الماری پر ہاتھ ٹکائے وہ شرارت سے پوچھ رہا تھا۔

"میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔" وہ پلکیں جھکا کر بولی۔

"کاش! کوئی اتنا بڑا سوٹ کیس ہوتا کہ جس میں پیک کر کے تمہیں بھی اپنے ساتھ لے جاتا۔ مگر اب تو فقط دل میں لے جانا پڑے گا۔" وہ آہ بھرتے ہوئے بولا تھا۔

ماہین نے خفیف سی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ ہونٹوں پر دلکش سی مسکراہٹ لیے اسی کی طرف متوجہ تھا۔

"فی الحال میں اپنے کپڑے لے جاتی ہوں۔ باقی کی چیزیں بعد میں لے جائیں گے۔ یا پھر۔۔۔"

وہ بڑے آرام سے کہہ رہی تھی۔ عاشر حیران سا ہو کر اس کی بات کاٹ گیا۔

"کہاں۔۔۔ کہاں جا رہی ہو تم۔۔۔؟"

"آپ کے ساتھ لاہور۔ آپ کو آفر تو ہے رہائش کی بھی۔" وہ جیسے سب کچھ طے کیے بیٹھی تھی۔

عاشر نے قدرے دھیان سے اسے دیکھا۔ وہ بالکل سنجیدہ تھی۔

"تو میں رہ رہا ہوں نا وہاں۔ تمہارا بھلا وہاں کیا کام ہے۔ سب لوگ یہاں ہیں۔ تم اکیلی وہاں کیا کرو گی؟" وہ پیچھے ہٹتے ہوئے سنجیدگی سے بولا تھا۔

"میری شادی ان سب سے نہیں آپ سے ہوئی ہے اور پھر آپ بھی تو وہاں ہیں۔ اکیلی تو نہیں ہوں گی میں۔"

اس کی بات سن کر عاشر اس کا ہاتھ تھامے بستر تک لایا اور اسے بٹھا کر خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"یقین کرو ماہی! میرا اپنا دل بھی نہیں چاہ رہا تمہیں یہاں چھوڑ کے جانے کو اور پھر میں تقریباً ہر ویک اینڈ پر آ جاتا ہوں۔ اڑھائی تین گھنٹے کا تو سفر ہے۔ پھر تمہیں خواہ مخواہ پردیس کاٹنے کی کیا ضرورت ہے۔"

وہ اسے بہلانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"آپ بھی تو کاٹ رہے ہیں پردیس اور پھر آپ کے ساتھ ہوتے ہوئے دیس کیا اور پردیس کیا۔"

وہ مطمئن تھی۔ فطری طور پر عاشر یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ اس کی پہلی پہلی جدائی سے خائف ہے سو ملائمت سے اس کا ہاتھ لبوں سے لگانے کے بعد سہلاتے ہوئے بولا۔

"سچی بات تو یہ ہے ماہی! کہ جتنا آسان تم سمجھ رہی ہو، یہ سب اتنا آسان نہیں ہے۔ میں تمہیں وہاں لے جا کر خوار نہیں کرنا چاہتا۔ دوسرے یہ کہ دو گھروں کو مینج کرنا میرے لیے بہت مشکل ہے۔"

"آپ یونہی ذہن پہ سوار کر رہے ہیں ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو۔ یہاں تابش بھائی ہیں، عدیل بھائی اور ثاقب بھائی بھی اچھی خاصی جاب کر رہے ہیں۔ ہمارے وہاں چلے جانے سے کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔"

اب عاشر کو لگا جیسے وہ پہلے ہی سب طے کیے ہوئے تھی۔ وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور دوبارہ سے الماری کھول کر اپنے کپڑے نکالنے لگا۔

"تو پھر۔۔۔؟" وہ منتظر تھی۔

"تو پھر کچھ بھی نہیں۔ تم یہیں رہو گی۔ ساری بھابی کی طرح اس گھر کو سنبھالو گی۔" وہ اب کی بار اٹل انداز میں بولا تھا۔

"ایک عمر گزار دی ہے میں نے یہاں عاشر! شادی کے بعد تو کم از کم اپنے گھر جانا چاہیے۔"

"شوہر کا گھر ہی بیوی کا گھر ہوتا ہے ماہی! اور پھر کیا یہ تمہارا گھر نہیں ہے جو تمہیں اپنے گھر کی ضرورت پیش آنے لگی ہے؟"

وہ اپنا کام ادھورا چھوڑ کر بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"مگر میں ساری عمر اس چڑیا گھر میں نہیں گزار سکتی۔"

وہ اتنے آرام سے اتنی بڑی بات کہہ گئی تھی تو اس کے پیچھے عاشر کی گزشتہ دنوں کی دیوانی کارفرما تھی جو وہ شادی کے بعد سے اس کے لیے دکھا رہا تھا۔ مگر اب۔۔۔

"شٹ اپ ماہین۔۔۔" وہ بولا نہیں غرایا تھا۔ "زبان سنبھال کر بات کرو۔ اس گھر میں میرے ہی نہیں تمہارے گھر والے بھی رہتے ہیں۔"

"تو رہتے رہیں سب ہی یہاں۔ مگر میں نہیں رہوں گی۔ وحشت ہوتی ہے مجھے جوائنٹ سسٹم سے۔ ہر وقت کا ہنگامہ اور نکتہ چینیاں۔ میں اپنی مرضی کی زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔"

وہ اب بھی بضد تھی۔

عاشر یوں تو بہت سمجھ دار اور قدرے ٹھنڈی طبیعت والا شخص تھا مگر کبھی کبھار آنے والا اس کا غصہ بھی دیکھنے

والا ہوتا تھا۔

"تم کیا کرنا چاہتی ہو جس کی آزادی نہیں ہے تمہیں یہاں؟ اور یہ جو تمہیں نکتہ چینی لگتی ہے نا یہ ان سب کی محبت ہے جو قدم قدم پر تمہاری راہنمائی کرتی ہے۔ صحیح اور غلط کی پہچان دیتی ہے۔"

"میں بھر پائی ایسی محبتوں سے۔"

وہ اس کے بلند لہجے سے ضائف ہوئے بغیر بیزاری سے بولی تو عاشر مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔

"تو پھر میرے ساتھ جا کر کیا کرو گی۔ ان سب کی بائیس سالوں کی محبت تمہیں موم نہیں کر پائی تو میری دو ہفتوں کی محبت کو کس کھاتے میں ڈالو گی تم۔۔۔" وہ تلخی سے بولا تھا۔

"آپ خواہ مخواہ ایک چھوٹی سی بات کا مسئلہ بنا رہے ہیں عاشر۔۔۔!" وہ اب کی بار بگڑ کر بولی تھی۔

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی تو عاشر گہری سانس بھرتے خود کو نارمل کرنے لگا۔ جبکہ وہ یونہی تنے ہوئے تاثرات لیے بیٹھی رہی۔

"آ جائیں۔۔۔"

عاشر کے کہنے پر ساری آپی خائف سا چہرہ لیے اندر چلی آئیں۔

"کیا کر رہے ہو تم لوگ۔ باہر تک آوازیں جا رہی ہیں تم دونوں کی۔" ان کے انداز میں سرزنش تھی، تنبیہہ تھی۔

اور اس مین نیا کچھ بھی نہیں تھا۔ غلط بات پر ٹوکنا یا سمجھانا اس گھر کے ہر بڑے کی سرشت میں شامل تھا۔

عاشر نے بات سمیٹنے کے لیے ہونٹوں پر جبری مسکراہٹ پھیلائی مگر اس سے پہلے ہی وہ چیخ کر بولی۔

"تو کیا اب اپنے کمرے میں ہم اپنی پسند اور مرضی کے مطابق رہ بھی نہیں سکتے۔ بات نہیں کر سکتے؟"

"تمیز سے بات کرو ماہین"!

عاشر نے سارہ آپی کا لحاظ کرتے ہوئے مدھم لہجے میں مگر سختی سے کہا تھا۔ مگر وہ اسی انداز میں بولی۔

"اور کسی کے معاملات میں خواہ مخواہ کی دخل اندازی کو آپ کچھ نہیں کہیں گے؟"

"بکواس مت کرو۔۔۔" عاشر ایک دم سے بھڑک اٹھا تھا۔

بے چاری سارہ آپی اڑی رنگت لیے حق دق سی کھڑی، اس نئے نویلے جوڑے کے انداز دیکھ رہی تھیں۔

"اس گھر کی یہی ریت ہے۔ اپنی مرضی سے آپ ہنس بول بھی نہیں سکتے۔ کوئی نہ کوئی ہر قدم پر آپ کو ٹوکنے کے لیے ضرور کھڑا ہوگا اور یہی بات مجھے پسند نہیں ہے۔"

وہ بہت تنفر سے بولی تو قصور وار نہ ہوتے ہوئے بھی عاشر کو سارہ آپی سے ندامت محسوس ہونے لگی۔ جبکہ وہ معذرت کرتی فوراً پلٹ گئیں کہ عاشر کی پکار پر بھی نہیں رکی تھیں۔

"میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا ماہین کہ تم ایسی سوچ رکھتی ہو۔ میرے سامنے تو سارہ بھابھی ایک مثال تھیں۔ مگر افسوس۔ تم تو ان کا پاسنگ بھی نہیں۔" وہ تاسف آمیز غصے سے کہتا باہر نکل گیا تھا۔

"یہی۔۔۔ یہی ہوتا ہے اکٹھے رہنے میں۔ ہر وقت کسی نہ کسی سے مقابلہ ہوتا رہتا ہے۔ اینڈ آئی ہیٹ دیٹ۔"

وہ سلگ رہی تھی۔

***

عاشر نے چاہے جتنا بھی شور مچایا، غصہ دکھایا مگر یہ تائی اماں ہی کا کمال تھا کہ انہوں نے ماہین کا سامان پیک کروا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کر اسے بھی عاشر کے ساتھ روانہ کر دیا۔ ماہین کو خود سے کوئی جنگ لڑنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ سارہ آپی نے جتنا انہیں بتایا، اسی سے وہ ماہین کی تیور بھانپ گئی تھیں۔

اور وہ بجائے ان کی مشکور ہونے کے یوں تفاخر سے عاشر کے ساتھ گھر سے نکلی جیسے یہ اس کی زندگی کا بہترین فیصلہ ہو۔

اصل بات صرف تائی اماں، سارہ آپی اور امی کو معلوم تھی۔ اس لیے سب ہی اسے عاشر کے ساتھ رخصت کرتے ہوئے بہت اداس ہو رہے تھے۔ جبکہ امی کے انداز سے جھلکتی سرد مہری ماہین نے بہت اچھی طرح محسوس کی تھی مگر اس گھر اور ماحول سے نکلنے اور متوقع آزادی کے احساس نے اسے کسی بھی طرف دھیان دینے کی مہلت نہیں دی تھی۔

تین روز درمیانے درجے کے ہوٹل میں گزارنے کے بعد وہ عاشر و کمپنی کی طرف سے ملے فلیٹ میں شفٹ ہو گئے۔

سنگل بیڈ روم، اٹیچ باتھ، کچن اور چھوٹے سے ٹی وی لاؤنج پر مشتمل فلیٹ ماہین کو کوئی خاص پسند نہیں آیا تھا۔ بلکہ اس غضب کی گرمی میں دروازہ کھولتے ہی شدید حبس نے ان کا استقبال کیا تو اس نے اندر داخل ہوتے ہی بے قراری سے سب سے پہلے پنکھا چلایا۔

"اتنی اچھی جاب ہے آپ کی اور رہائش اتنی فضول دے رہے ہیں وہ لوگ۔" اس نے ناک چڑھا کر تبصرہ کیا تھا۔

"میری طرح انہیں بھی تمہاری پسند کا اندازہ نہیں ہے۔ اسی لیے ان سے غلطی ہو گئی۔"

عاشر نے طنزیہ بولا تھا۔ مگر اپنی لاپرواہ فطرت کی وجہ سے ماہین نے اس کے انداز پر کوئی خاص توجہ نہیں دی اور آگے بڑھ کے بالکونی کا دروازہ کھولنے لگی۔ اس نے بھی سوچ لیا تھا کہ اگر عاشر نے اپنا موڈ نہ بدلا تو وہ بھی اس سے بات نہیں کرے گی۔

عاشر نہا کر نکلا تو وہ بھی گرمی سے بے چین ہوتی شاور لینے کے خیال سے باتھ روم میں گھس تو گئی مگر نل کھولتے ہی "کھولتا" ہوا پانی اسے جہنم کی یاد دلا گیا۔ وہ ٹب میں موجود پانی پر اکتفا کرتی جیسا تیسا غسل کر کے کپڑے تبدیل کرتی باہر نکلی۔ تو عاشر کھانے کا بندوبست کر چکا تھا۔ تو عاشر کھانے کا بندوبست کر چکا تھا۔ گھریلو "ہوٹلنگ" نے ماہین کا دل خوش کر دیا۔ اس پر مستزاد عاشر کا موڈ بھی کافی نارمل تھا۔ سو وہ کھانے کے دوران اس سے ہلکی پھلکی باتیں کرتا رہا تھا۔

گزرے تین دنوں میں عاشر ضرورت کی ہر چیز گھر میں لا چکا تھا۔ کچھ کمپنی والوں کی مہربانی تھی کہ یہ مختصر سا فلیٹ انہیں فرنشڈ ہی ملا تھا۔ حتیٰ کہ لاؤنج میں میز پر چھوٹا کلر ٹی وی بھی موجود تھا۔

"اب ذرا کچن کا جائزہ لے لو اور ضرورت کی چیزوں کی لسٹ بنا کے مجھے دے دینا۔ میں واپسی پر لیتا آؤں گا۔"

کھانے کے بعد عاشر ٹی وی کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔

"ابھی تو اتنی تھکن ہو رہی ہے۔ میں کچھ نہیں کر سکتی۔ صبح جائزہ لوں گی ہر چیز کا اچھی طرح۔"

اس نے برتن سمیٹتے ہوئے سستی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"اچھا ایک کپ چائے تو چلے گی نا؟"

وہ گیری سانس بھر کے پوچھنے لگا تو وہ مسکرا کر اثبات میں سر ہلاتی کچن میں چلی آئی۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"عاشر! یہاں گرمی بہت ہے کچن میں۔" چائے بناتے ہوئے وہ وہیں سے اونچی آواز میں بولی تو ٹی وی اسکرین پر نظریں مائے وہ بھی اسی کے سے انداز میں بولا۔

"سامنے ایک کھڑکی ہے یار! اسے کھول لو شاید کچھ تبدیلی آ جائے۔" اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ماہین نے کھڑکی کھولی تو ٹھنڈی ہوا کے جھونکے نے واقعی طبیعت میں فرحت بخش سا احساس گھول دیا۔ وہ اس کے لیے چائے کا کپ لیے چلی آئی۔

"عاشر۔۔۔ میں نے اب دیکھا کچن میں فریج بھی ہے۔" وہ اسے بتا رہی تھی۔

"یہ سب میری سیونگز میں آیا ہے۔"

عاشر نے کہا تو وہ سوچتے ہوئے بولی۔

"مگر ٹی وی اور فریج دونوں ہی کا سائز چھوٹا ہے۔"

"مگر ہم دونوں کے لیے کافی ہے اور پھر ضرورت کا پورا ہونا ہی آج کل سب سے بڑی عیاشی ہے۔ تعیش پسندی تو بہت اوپر کی بات ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"ایک تو آپ فوراً سیریس ہو جاتے ہیں۔ انسان کو ہمیشہ آگے کا سوچنا چاہیے۔"

"آگے کا سوچنا چاہیے۔ اپنوں سے آگے کا نہیں۔"

وہ جتانے والے انداز میں بولا تھا۔ مگر ماہین ڈرامے کے دلچسپ سے سین کی طرف متوجہ تھی اس لیے سُن نہیں پائی۔ وہ خاموشی سے چائے پینے لگا۔

***

عاشر نے دوروز ہی اس کا تھکن کا بہانہ برداشت کیا تھا۔

"ماہی! صبح سے ناشتا تم بنا رہی ہو۔ یہ ریڈی میڈ والا قصہ اب ختم کرو۔ نہ تو میرا معدہ برداشت کر رہا ہے اور نہ ہی جیب۔"

وہ رات کے کھانے کے بعد اس کے ساتھ بالکونی میں کھڑا صاف گوئی سے کہہ رہا تھا۔

"نئی نویلی دلہن سے کام کرائیں گے آپ؟"

وہ اسے شرم دلانے والے انداز میں بولی مگر وہ ذرا متاثر نہیں ہوا تھا۔

"نیا نویلا دولہا بھی تو کام پر جانا شروع کر چکا ہے۔"

"اگر یہاں تائی اماں ہوتیں تو وہ کبھی بھی مجھے۔۔۔"

وہ ہلکے پھلکے انداز میں کہنے لگی تھی کہ وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے جتانے والے انداز میں بولا۔

"مگر یہاں امی نہیں ہیں۔ نہ تمہاری اور نہ ہی میری جو تمہارے ناز نخرے اٹھائیں۔"

"آپ تو ہیں ناں اور سنا ہے کہ جب آپ اکیلے رہتے تھے تب بہت اچھی کوکنگ کرتے تھے۔"

وہ اس کا طنز ان سنا کرتے ہوئے اطمینان سے بولی تھی۔

"مگر اب میں اکیلا نہیں رہتا اور دوسرے یہ کہ گھر سنبھالنا اسی کو کہتے ہیں جس کے شوق میں تم یہاں آئی ہو۔"

وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

اس کے انداز اچھی طرح سمجھتے ہوئے ماہین نے بات ختم کی تھی۔

"اچھا جناب۔ اگر آپ کا اتنا ہی جی چاہ رہا ہے میرے ہاتھ کے بنے کھانے، کھانے کا تو کل سے آپ کی یہ حسرت بھی پوری کر دوں گی۔"

"یہ ہوئی نا اچھی بیویوں والی بات۔"

وہ خوش دلی سے بولا تھا۔ ماہین نے ایک شکوہ کناں نظر اس پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"آپ مردوں کو بیوی فقط گھر کے کام کاج کرتی ہی اچھی لگتی ہے۔"

"بالکل نہیں۔ میرا شمار تو ان مردوں میں ہوتا ہے جنہیں بیوی محبت کرتی بھی اچھی لگتی ہے۔ بلکہ بہت اچھی لگتی ہے۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر قریب ہوتے ہوئے مسکرا کر بولا تو وہ اسے گھور کر رہ گئی۔

اگلی صبح عاشر ہی نے اسے جگایا تھا۔

"عاشر! سونے دیں پلیز۔۔۔"

رات حبس اور گرمی نے دیر تک جگائے رکھا تھا سو اس کی نیند ابھی پوری نہیں ہوئی تھی۔

"اٹھ جاؤ ماہی! مجھے آفس سے دیر ہو جائے گی۔ اٹھ کے ناشتا بناؤ۔" اب کے عاشر نے اس کو بازو سے تھام کر جھنجھوڑا تھا۔

ماہین کے خوابیدہ ذہن کو اس کا فقرہ ڈی کوڈ کرنے میں کچھ دیر لگی تھی۔ عاشر تو آرڈر دے کر باتھ روم میں گھس گیا مگر وہ کوفت کا شکار ہونے لگی۔

بھلا اتنی صبح اٹھ کر کون ہانڈی چولہے کی شکل دیکھے۔ کم از کم اسے تو یہ اتفاق کبھی نہیں ہوا تھا۔

عاشر باتھ روم سے نکلا تو وہ ابھی تک نیند کے مزے لے رہی تھی۔

"کم آن ماہی۔۔۔اب اٹھ بھی جاؤ یار"!

"جاگی ہوئی ہوں۔ باتھ روم کے خالی ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔" وہ جمائیاں لیتی چپلوں میں پاؤں پھنساتی باتھ روم میں گھس گئی تھی اور جب تک وہ باہر نکلی عاشر نک سک سے آفس جانے کو تیار تھا۔

وہ دوپٹے ہی سے چہرہ پونچھتی کچن میں چلی آئی۔

چائے بنا کر ڈبل روٹی کے سلائسز جیم لگا کر پلیٹ میں رکھے اور ٹرے اٹھائے لاؤنج میں چلی آئی۔

"آج پہلا دن تھا اور آج ہی لیٹ۔" ادھر سے اعتراض ہوا۔

"تو مجھے پہلے اٹھا دیتے۔" ماہین نے سارا الزام اسی پہ ڈالا۔

"پراٹھا نہیں بنایا؟" ایک اور اعتراض۔

"اتنی گرمی میں؟" ماہین نے آنکھیں پھیلائیں تو وہ گہری سانس بھرتے ناشتہ کرنے لگا۔

"آٹا گوندھ لینا اور ٹائم پہ ہانڈی بھی بنا لینا۔ لنچ ٹائم میں آؤں گا۔ آنے سے پہلے میسج کروں گا۔ موبائل پاس ہی رکھنا۔"

ٹشو سے ہاتھ صاف کرتا وہ بہ عجلت اٹھا تھا۔

"اوفوہ۔ایک تو آپ کی جلد بازی۔ایسے جاتے ہیں؟"

ماہین خفا ہوئی تو وہ ٹھٹکا۔ وہ دروازے تک اس کے پیچھے آئی تھی۔ پلٹ کر اس کا بازو تھام کر خود سے قریب کیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اور آئندہ ناشتے میں مجھے چائے ملنی چاہیے، جوشاندہ نہیں۔" کان میں سرگوشی کرتا وہ مسکراتے ہوئے باہر نکل گیا تو دھڑام سے دروازہ بند کرتی وہ آ کر صوفے میں دھنس گئی۔

"اتنی محنت کی، صبح صبح آٹھ بجے اٹھ کے ناشتہ بنایا اس کا کچھ نہیں، لے کے دس کیڑے نکال دیے۔"

کافی دیر یونہی بے دلی سے پڑے رہنے کے بعد اسے بھوک نے ستایا تو کچھ کھانے کا خیال آیا۔

عاشر برائے نام ہی ناشتہ کر کے گیا تھا۔ جیم لگا سلائس اور آدھا کپ چائے ڈھکی پڑی تھی۔

"ہونہہ۔ میری محنت کی بھی قدر نہیں کی۔"

اس نے چائے گرم کر کے پینے کی کوشش کی تو اسے اندازہ ہوا کہ اس کی محنت کی قدر کرنا واقعی بہت مشکل کام تھا۔

"اب پڑے پڑے تو ایسی ہی ہو جانی تھی نا۔"

سنک میں کپ انڈیلتے ہوئے اس نے اپنے آپ کو توجیہہ پیش کی تھی۔ ناشتے سے فراغت پا کر مرتا کیا نہ کرتا کے مِصداق وہ کچن میں آ کر تمام ساز و سامان کا جائزہ لینے لگی۔

ہر چیز مناسب مقدار میں موجود تھی اور تو اور فریج بھی تمام "لوازمات" سے پر تھا۔ کیا گوشت کیا سبزیاں،

"یا اللہ۔۔۔ان کا تو عیش کرنے کا پورا پورا ارادہ ہے۔"

وہ اکتا کر سوچنے لگی۔

کچن میں کام کرنے کا اس کا کوئی خاص بلکہ کوئی اچھا تجربہ نہیں تھا۔ الٹی سیدھی ہانڈی تو وہ پکا ہی لیتی تھی مگر سارہ آپی اور دونوں بھابیوں کے ہوتے اس کے حصے میں کوئی سنجیدہ کام آیا ہی نہ تھا۔ سو اس کی صلاحیت

صرف سلاد اور اپنے لیے چائے تک ہی محدود رہ گئی تھی۔

اسے جمائیاں آنے لگیں۔

رات کون سا نیند پوری ہوئی تھی۔ چھوٹا سا فلیٹ، حبس اور گرمی کی شدت۔

"پہلے مجھے تھوڑی سی نیند لے لینی چاہیے۔ ابھی تو بمشکل پونے دس ہوئے ہیں۔"

اس نے وال کلاک پہ نگاہ ڈالتے ہوئے سوچا۔ پھر عاشر کا خیال آگیا۔

"یہ پتہ نہیں دوپہر کو کب آئیں گے اور بھلا لنچ گھر میں کرنے کی کیا تک بنتی ہے۔ میں نہیں تھی، تب بھی تو کہیں سے کھاتے ہی ہوں گے نا۔" اسے کوفت ہونے لگی۔

وہ ساری سوچیں جھٹکتی اٹھ گئی۔ فی الحال تو اسے ایک اچھی سی نیند کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔

بیچ میں دو مرتبہ اس کی آنکھ کھلی۔ پہلی مرتبہ ساڑھے گیارہ اور دوسری مرتبہ پونے ایک۔

"بس دس پندرہ منٹ اور سو لوں۔"

اس نے حسب عادت سوچتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

اور پھر اس کی آنکھ تب کھلی، جب دروازے کی گھنٹی تواتر کے ساتھ بج رہی تھی۔

وہ ہڑبڑا کے اٹھی۔

دروازہ کھلتے ہی عاشر کی شکل دیکھ کے اس نے گہری سانس بھری۔

"اتنی دیر؟ کب سے بیل بجا رہا ہوں میں۔"

وہ کوفت کا شکار تھا۔ شدید گرمی میں باہر کھڑا ہونا مشکل تھا۔

"پتہ ہی نہیں چلا۔ سو گئی تھی میں۔"

وہ شرمندہ سی ہو گئی۔ اس کی نیند ایسی ہی تھی۔۔ بے سدھ۔

"میں فریش ہو کے آ رہا ہوں، کھانا لگا دو۔"

وہ کہتا ہوا بیڈروم میں گھس گیا۔ تو وہ جو جمائی لیتی صوفے پر بیٹھنے لگی تھی ہڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یا اللہ۔۔۔" اس کا دل زور سے دھڑکا۔

"یہ تو مجھے ہی کھا جائیں گے۔"

اس نے پریشانی کے عالم میں بیڈروم کا دروازہ کھول کے دیکھا واش روم میں سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔

"کیا کروں۔۔۔؟"

گھبراہٹ اور شرمندگی کے مارے اسے رونا آنے لگا۔

وہ شاور لے کے آیا تو اسے سر تھامے بیٹھے دیکھ کے پریشان ہو گیا۔

"کیا ہوا ماہین؟"

تفکر سے پوچھا مگر وہ یونہی بیٹھی رہی۔ وہ اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟"

اس نے ڈرتے ڈرتے عاشر کی طرف دیکھا اور اٹک اٹک کر بولی۔

"وہ۔۔۔ میں نے کچھ نہیں بنایا۔"

"کیا نہیں بنایا؟"

عاشر سمجھ نہیں پایا تھا۔اسے نارمل موڈ میں دیکھ کر ماہین نے جھجکتے ہوئے جھوٹ بول ہی دیا۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔اس لیے نے کھانا نہیں بنایا۔"

"کیا ہوا تھا طبیعت کو؟"

چند لمحوں تک اس کا چہرہ دیکھنے کے بعد اس نے پوچھا تو وہ سٹپٹا گئی تھی۔

"گرمی بہت تھی نا۔۔۔شاید بی پی لو ہو گیا تھا۔"

اتنا ٹائم تو ملا نہیں تھا کہ کوئی جان دار سا بہانہ تراش لیتی سو اسی سے کام چلا لیا۔

وہ خاموش بیٹھا تھا۔ماہین کا دل جیسے بہت سوچ سوچ کے دھڑک رہا تھا۔

وہ اٹھا تو ماہین نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"کہاں جا رہے ہیں؟"

ظاہر ہے کچھ کھانے کو لاؤں گا۔"

وہ سنجیدگی سے کہتا دروازے کی طرف بڑھا تو اطمینان کی سانس ماہین کے حلق سے خارج ہوئی۔

پندرہ بیس منٹوں میں وہ پسینے میں بھیگا، کھانا لے آیا تھا۔ماہین نے سب کچھ پیٹوں میں نکالا۔

"پانی بھی لے آؤ۔"عاشر نے ٹوکا تو وہ اپنی یادداشت کو کوستی پانی لینے بھاگی۔

وہ بے حد خاموشی سے کھانا کھا رہا تھا۔

"لو جی ساری محبت کھانے پینے اور خدمتیں کرانے تک ہی ہے۔"وہ اندر ہی اندر کلس رہی تھی۔

چند نوالوں کے بعد ہی ماہین کو اپنی بھوک ختم محسوس ہوئی تو اس نے پانی کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔

"کھانا نہیں کھا رہیں تم؟"کافی دیر بعد اسے خیال آیا تھا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

قدرے خفگی بھرے انداز میں کہا۔ابھی وہ نئی نویلی دلہن تھی۔ماہین کا خیال تھا تھوڑا سا نخرا تو برداشت کر ہی لے گا۔

مگر وہ آرام سے بولا۔

"اچھا تو جا کر میرے لیے ایک کپ چائے بنا لاؤ۔"وہ رکا پھر ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا۔

"مگر وہ صرف چائے ہی ہونی چاہیے۔"

کھانے کے برتن سمیٹ کر جلتی بھنتی وہ کچن میں چلی آئی۔

عاشر کے طنز نے دل پہ الگ وار کیا تھا سو اس نے خاصا دل لگا کے چائے بنائی۔صبح تو شاید نیند کی زیادتی کی وجہ سے گڑبڑ ہو گئی تھی مگر اس وقت طعنے سننے کے موڈ میں نہیں تھی۔

نہ تنقید نہ تعریف۔۔۔چائے ختم کرتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"رات کا کھانا بنا لو گی یا وہ بھی لیتا آؤں؟"

وہ سادگی سے پوچھ رہا تھا مگر ماہین کو سراسر طنز لگا۔

"میں بنا لوں گی۔"اس نے رکھائی سے کہا۔

عاشر کے جانے کے بعد پہلی بار اسے تنہائی کا شدت سے احساس ہوا۔آزادی کے تصور سے سرشار اس نے

کبھی ان ذمہ داریوں کے متعلق تو سوچا ہی نہیں تھا جن سے اب پالا پڑنے والا تھا۔اسے بے ساختہ ہی سارہ آپی یاد آنے لگیں جو اس کی ہر مشکل اپنے سر لینے کو ہمہ وقت تیار رہتی تھیں اور یہ مشکل اکثر ان کاموں کی صورت میں ہوتی جو کبھی کبھار امی اس کے ذمہ لگا دیتی تھیں۔

خود احتسابی کا لمحہ سامنے آیا تو وہ خود کو سرزنش کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تھوڑی سی توجہ اور محبت سے سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

وہ برتن لیے کچن میں داخل ہوئی تو اسے احساس ہوا کہ لاہور کی گرمی یونہی مشہور نہیں۔اسے امی کے گھر کا بڑا سا کچن یاد آنے لگا۔

رات کے گندے برتن سنک میں پڑے تھے۔نل میں سے پانی بہت گرم آ رہا تھا۔اس نے بمشکل برتن دھوئے تو ذرا سی دیر ہی میں وہ پسینے سے نہا گئی۔اس کا دل گھبرانے لگا تو جلدی سے لاؤنج میں آ کر پنکھے کے نیچے کھڑی ہو گئی۔

"یااللہ۔۔۔کام کیسے ہو گا؟"

رات کے کھانے کی تیاری کا خیال تلوار کی مانند سر پہ لٹک رہا تھا۔اسے نہیں یاد تھا کہ اس نے کاموں کے لیے کبھی اتنی "مشقت" کی ہو کہ۔۔۔اسے اتنا پسینہ آیا ہو۔وہ تو گرمیوں میں بھی صاف ستھری اور خوشبوؤں میں بسی رہتی تھی۔ایک خیال تو آیا کہ فوراً نہا کے دوسرے کپڑے پہن لے۔

"مگر ابھی کھانا بنانا ہے اور پانی بھی بہت گرم ہے۔"وہ مارے باندھے پھر سے کچن میں چلی آئی۔

پکنے میں سب سے آسان اسے چاول اور چنے ہی لگے۔اس نے چنے بھگو کے رکھ دیے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہ تو ہر کوئی کھا لیتا ہے۔پکنے میں بھی آسان ہوتے ہیں۔"وہ سوچ سوچ کر کام کر رہی تھی۔

کبھی اتنی دلچسپی سے خانہ داری کے امور سے سرانجام ہی نہ دیے تھے کہ کاموں میں تسلسل یا روانی ہوتی۔

لہسن اور پیاز لے کے وہ لاؤنج میں آ گئی۔لہسن چھیلنا ایک مشکل مرحلہ تھا تو پیاز کاٹنا اس سے بڑی مصیبت۔۔۔وہ آنکھوں پر پانی کے چھینٹے مارنے کے لیے بھاگی۔

شام کو عاشر گھر پہنچا تو وہ تمام کاموں سے فارغ،شاور لے کر فریش سی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔اٹھ کر دروازہ کھولا اور ایک خوب صورت سی مسکراہٹ اس کی نذر کی۔

"بہت اچھا ریسیپشن دے رہی ہو۔کیا بات ہے؟"

اسے بازو کے گھیرے میں لے کر اندر بڑھتے ہوئے اس نے شرارت سے پوچھا تو وہ سمٹ سی گئی۔

"میں آپ کے لیے پانی لاتی ہوں۔"

"ہاں پلیز۔"وہ صوفے میں دھنس گیا۔

عاشر کے خوشگوار موڈ نے ماہین کو مطمئن کر دیا۔وہ جلدی سے پانی کا گلاس لے کر پلٹی تھی۔وہ پُرسوچ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے گھونٹ گھونٹ پانی اندر اتار رہا تھا۔

"یوں کیا دیکھ رہے ہیں؟"اس کی نگاہ کے ارتکاز سے وہ پزل ہوئی۔

"اچھی لگ رہی ہو۔"

ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہوئے وہ ماہین کو آج کتنے دنوں بعد پہلے جیسے وارفتہ انداز میں دکھائی دیا تو اسے بہت اچھا لگا۔وہ کپڑے تبدیل کرنے چلا گیا تھا۔۔۔فریش سا لوٹا تو کھانے کے لوازمات دیکھ کر اس نے

ناک بھوں چڑھائی۔

"تمہیں کوئی اچھا سا کھانا پکانا نہیں آتا؟ یہ دال، چنے، چاول وغیرہ تو لڑکیوں کی من پسند خوراک ہیں۔"

وہ کھسیاہٹ چباتے ہوئے آرام سے بولی۔"میں بھی لڑکی ہوں جناب۔"

"کبھی قورمہ بناؤ، کبھی بریانی، کبھی نہاری۔ فریج بھرا پڑا ہے چیزوں سے، بلکہ صبح ناشتے میں بھی فرنچ ٹوسٹ بنانا۔"

وہ اپنی پلیٹ میں تھوڑے سے چاول نکالتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اتنی گرمی میں یہ سب کون کھاتا ہے؟"ماہین کو ان ڈشز کا سوچ کر ہی گرمی لگنے لگی۔ پھر تنک کر پوچھا۔

"ویسے جب میں یہاں نہیں تھی، تب تو آپ یہ عیاشیاں نہیں کرتے ہوں گے؟"

پہلا نوالہ منہ میں ڈالتے ہی وہ نفی میں سر ہلانے لگا۔

"کیا ہوا؟"

"نمک لے کر آؤ۔"

اس کے کہنے پر ماہین نمک دانی اٹھا لائی تھی۔ وہ اپنے لیے پلیٹ میں چاول نکالنے لگی۔

"ساتھ کچھ رائتہ سلاد ہی بنا لیا ہوتا۔ اسی سے بندہ پیٹ بھر لیتا۔"

نمک ڈالنے کے بعد بھی شاید ذائقہ نہیں بنا تھا۔ عاشر نے بہت کم کھانا کھایا اور پلیٹ پرے کھسکا کر پانی پینے لگا۔

ماہین کو افسوس ہوا۔

واقعی سلاد تو سامنے کی چیز تھی۔ یہ تو وہ بنا ہی سکتی تھی۔ پتہ نہیں یہاں آ کے اسے کیا ہو گیا تھا۔

"تمہیں کھانا پکانا نہیں آتا؟"

اس نے پوچھا تو ایک ہی بار ماہین نے جھوٹ بولنا مناسب نہ سمجھا۔

"بس تھوڑا بہت۔۔۔"

"اس طرح کا تھوڑا بہت۔۔۔؟ یعنی روزانہ اسی طرح کا کھانا ملا کرے گا؟"

وہ ناگواری سے اس کے بنائے ہوئے کھانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ وہ برا مان گئی۔

"اتنا برا بھی نہیں بنا۔ بس نمک کچھ کم تھا۔"

"ہاں نمک کچھ کم ہے۔ ہلدی اور تیل کچھ زیادہ ہے اور چنے تھوڑے سے ہی کچے رہ گئے ہیں اور بس۔"

وہ مذاق اڑاتے ہوئے کہنے لگا تو ماہین جی بھر کے شرمندہ ہوئی تھی۔

"ہاں وہ چنے شاید بھگو کے نہیں رکھے تب ہی کسر رہ گئی ہے۔"

"اگر دل لگا کے سب کام کرو تو سب ٹھیک بن سکتا ہے۔"

وہ خلوص سے بولا مگر ماہین کا تو دل جل گیا۔

"آپ کا خیال ہے کہ میں نے بے دِلی سے کام کیا ہے؟"

"لگ تو یہی رہا ہے۔"وہ اپنی مشہور زمانہ صاف گوئی سے بولا۔ ماہین کو رونا آنے لگا۔

"یہ سب میں صرف آپ کی خاطر کر رہی ہوں۔ خود تو میں توس اور چائے پر بھی گزارا کر سکتی ہوں۔ گھر میں تو میں نے کبھی کچھ نہیں کیا تھا۔ بھابیوں اور سارہ آپی نے ہی کچن سنبھالا ہوا تھا۔"

"یہ سب تمہاری اپنی چوائس ہے ماہی! اب سیکھنا تو پڑے گا۔ وہاں کیا ہوتا تھا کیا نہیں۔ وہ سب تو تم پیچھے چھوڑ

آئی ہو۔ یہاں ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ یہ سب تم ہی کر کرنا ہے جیسے بھی سہی۔"

اس کا روکھا سا انداز ماہین کو بتا گیا کہ عاشر ابھی تک اس بات کو دل میں سنبھالے ہوئے ہے۔

"تو میں نے کب انکار کیا ہے۔" وہ لاپروائی سے بولی۔

"میں کھانا کھانے جا رہا ہوں۔ تمہارے لیے کچھ لاؤں؟"

وہ اٹھتے ہوئے پوچھنے لگا۔ ماہین نے نفی میں سر ہلایا تو وہ چلا گیا۔

"اتنی گرمی میں اتنی محنت کی مگر صلہ کیا ملا۔۔۔؟ ہونہہ۔"

اس نے اپنی پلیٹ کے چاول واپس ڈش الٹ کے عاشر کی پلیٹ اٹھا کر کھانا شروع کیا۔

اب جانے واقعی کھانا بد ذائقہ تھا یا عاشر کی طنزیہ گفتگو کا نتیجہ وہ چند نوالے ہی کھا سکی۔

"بازار جاؤں گی تو اچھی سی کھانا پکانے کی ترکیبوں والی کتاب بھی لاؤں گی۔"

اس نے مسالا چینل لگاتے ہوئے مصمم ارادہ کیا تھا۔

***

ایک کے بعد ایک۔۔۔ پھر دوسری اور تیسری۔

اس قدر ذمہ داریاں اس پر آن پڑی تھیں کہ وہ بوکھلا کر رہ گئی۔ گھر سے فون آتے تو وہ "سب ٹھیک ہے" کا نعرہ لگا دیتی۔ شروع میں وہ اسے ہفتے دس دنوں کے بعد گجرات لے گیا مگر اب تو مہینہ ہونے کو تھا۔

یہاں صبح سویرے اٹھ کے ناشتہ تیار کرنا، دوپہر کا کھانا اور پھر رات کے کھانے کی تیاری۔۔۔ اوپر سے شدید گرمی کی لہر۔

اسے گھر اور گھر والے بری طرح یاد آنے لگے تھے۔

کتنی عیاشی تھی وہاں۔

اور عاشر، وہ تو اسے کوئی چھوٹ دینے کو تیار ہی نہ تھا۔ اسے ہر کام وقت پر تیار چاہیے ہوتا تھا مگر اسے نہ تو ان کاموں کا تجربہ تھا اور نہ ہی عادت۔۔۔ تو پھر سلیقہ کہاں سے آتا؟

اسی وجہ سے عاشر اپنے کپڑے لانڈری سے دھلوا لیتا یوں استری کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا تھا۔

اتنے عرصے میں ایک بار بھی عاشر کی پسند کا کھانا نہ بن سکا تھا۔ وہاں گھر میں سب ہی ماہر خواتین تھیں۔ وہاں ماہین کا پھوہڑپن کبھی سارہ آپی کے سلیقے کی آڑ میں چھپ جاتا اور کبھی بھابیوں کی ہنرمندی کام آجاتی۔ اس نے کبھی ان کاموں میں دلچسپی لینے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی تھی۔ دل بھر کے لاڈ اٹھواتی اور تنک مزاجی دکھاتی رہتی۔

مگر یہاں تو ہر چیز کھل کے سامنے آگئی تھی۔ عاشر نے لنچ پہ آنا چھوڑ دیا تھا مگر رات کا کھانا بھی ایک آزمائش ہی تھا۔

اس نے بہت شوق سے کوفتے بنائے مگر ناکام رہی۔

"پتہ نہیں سارہ آپی شاید صمد بانڈ وغیرہ ڈال کے بناتی تھیں۔" اس نے ہنڈیا میں بکھرے کوفتوں کو دیکھ کر سوچا۔ پھر گہری سانس بھرتے ہوئے آلو کاٹ کر قیمے میں ڈال دیے۔

مگر عاشر کو اس کی یہ محنت قطعاً پسند نہیں آئی تھی۔

"ایک تو آپ کو نقص نکالنے کی بہت بری عادت ہے۔ ذرا جو میری محنت کا خیال کرتے ہوں۔" وہ فوراً چڑ

گئی۔

"بساند تو گئی نہیں قیمے کی۔ بھوننے میں محنت لگتی ہے۔ محض پکا لینے سے کام نہیں چلتا۔"

عاشر کو بھوک لگی تھی،اس لیے غصہ بھی آ گیا۔

"میں بھی تو یہی کھا رہی ہوں۔اچھا بھلا تو بنا ہے۔"اس کا موڈ دیکھ کر ماہین نے بات ٹالنا چاہی۔

"تم تو کھاؤ گی ہی۔ایک روز جو ڈھنگ کی چیز پکائی ہو۔"

"عاشر!اب آپ زیادتی کر رہے ہیں۔"

"تو کچھ غلط کہہ رہا ہوں؟"

"غلط تو میں ہوں۔سارا دن کچن میں خواری برداشت کرتی ہوں۔ڈھیروں اوپر کے کام جو اتنی گرمی میں اکیلے کرنے پڑتے ہیں اور آپ پھر بھی خوش نہیں۔"اسے بھی غصہ آ گیا تھا۔

"اس میں نیا کیا ہے؟ہر بیوی یہ سب کام کرتی ہے۔"وہ لاپروائی سے بولا پھر اسے جتانے لگا۔

"اپنا گھر"یونہی نہیں سنبھالا جاتا میڈم!اور پھر یہ سب تو تمہاری اپنی چوائس ہے۔"

"ہر عورت کی خواہش ہوتی ہے اپنے گھر کی۔میں نے ایسا کیا غلط کیا ہے؟لے کے ایک چھوٹی سی بات کو طعنہ بنا کے رکھ دیا ہے میرے لیے۔"

وہ پھٹ پڑی تھی مگر وہ اتنے ہی اطمینان سے بولا۔

"جسے تم ٹھوکر پہ رکھ کے آئی ہو وہ تمہارا"اپنا گھر"تھا۔جہاں بہت سے محبت کرنے والے لوگ تھے۔ہر وقت تمہارا ساتھ دینے کے لیے۔مگر تم نے ان کی محبتوں پر اکیلے پن کو فوقیت دے کر خود کو بالکل اکیلا کر لیا

ہے۔محض میں تمہارا کہاں تک ساتھ دوں۔"وہ کھانے کے برتن پرے دھکیلتا اٹھ گیا تھا۔

باوجود ضبط کے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

کس قدر ظالم بن گیا تھا وہ۔کس قدر سفاکی تھی اس کے لفظوں میں۔بے شک وہ حقیقت ہی بیان کرتا تھا مگر اس کے نازک احساسات کی پروا کیوں نہیں کرتا۔

وہ ہاتھوں میں منہ چھپا کے رونے لگی۔

وہ شاید کھانا کھانے جا رہا تھا۔باہر نکلا تو اسے روتے دیکھ کر نادم ہو گیا۔

"آئی ایم سوری یار۔۔۔!بس بھوک میں میرا دماغ الٹ جاتا ہے۔"

وہ اس کے پاس بیٹھ کر معذرت کرنے لگا۔

"کوئی ضرورت نہیں معذرت کرنے کی۔آپ جو کرتے ہیں درست کرتے ہیں۔"وہ تلخی سے بولی۔

"مجھے پتا تھا۔تم حقیقت کو تسلیم کر لو گی۔"

وہ شرارت سے بولا۔پھر اس کے قریب ہوا۔

"ہونہہ!۔۔۔"وہ اتنی جلدی راضی نہیں ہونا چاہتی تھی۔

"چلو اب ناراضی ختم کر دو جان!تمہارے بغیر میں کیا کروں گا۔"

وہ بڑے لاڈ سے منا رہا تھا۔

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔

"یہ ہوئی نا پیاری بیویوں والی بات۔"

وہ خوش ہوتے ہوئے صوفے پر پھیل کر بیٹھ گیا۔

"بڑی سخت بھوک لگ رہی ہے۔ جلدی سے آملیٹ بنا دو۔ اچھا سا۔"

اس کی فرمائش پر وہ سلگ اٹھی۔

"کھانے کے علاوہ بھی کچھ سوجھتا ہے آپ کو۔ اچھا سا۔"

"سوجھتا تو ہر اہرا بھی ہے مگر پہلے پیٹ پوجا پھر کام دوجا۔" اس کے رخسار پر شرارت سے انگلی پھیرتے ہوئے بعلا تو وہ بددلی سے اٹھ کر کچن میں آ گئی۔

"بس یہی ہے ان کی محبت۔ اتنی گرمی میں میرا ذرا بھی خیال نہیں۔ وہاں تو کوئی چائے تک نہ بنانے دیتا۔ اتنی گرمی میں تائی اماں تو میرے آگے بچھ بچھ جاتی تھیں۔ اور سارہ آپی۔۔۔" اسے بہت سے چاہنے والوں کی محبتیں یاد آ گئی تھیں۔

ابھی تک ان میں سے کسی نے ادھر کا چکر نہیں لگایا تھا۔ شاید سب ہی لاہور کی گرمی سے گھبراتے تھے، اوپر سے عاشر بھی جیسے اس مرتبہ گجرات جانا بھولا ہوا تھا۔ ماہین نے کئی بار اسے کہنا چاہا مگر انا آڑے آ گئی۔ کیونکہ جس طرح وہ اس کے ساتھ لاہور آئی تھی اس کے پیش نظر تو اسے واپسی کا نام بھی نہیں لینا چاہیے تھا۔

اور یہاں کیا تھا۔۔۔؟

سارے دن کی وحشت اور تنہائی۔

سارا دن اکیلی وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھتی بیٹھتی رہی کہ اب تو عاشر بھی لنچ پر آنا چھوڑ چکا تھا۔ تنہائی میں مزید اضافہ۔

"میرے لیے بھی تو ٹائم نکالا کریں۔"

وہ عاشر سے الجھتی۔

"یہاں تو میری یہی روٹین ہے۔ اس شہر میں میں کام کے لیے رہتا ہوں۔ تفریح تو ایک ہی تھی گجرات جانا۔" وہ اطمینان سے کہتا۔

"سارا دن میں گونگوں کی طرح بیٹھی رہتی ہوں۔ آپ آتے ہیں تو کھانا کھاتے ہی سونے کی پڑی ہوتی ہے۔ کیا اسے زندگی کہتے ہیں؟" اسے عاشر کی بے اعتنائی کا سخت دکھ تھا۔

"اتنی گرمی میں تمہیں کہاں تفریح کراؤں۔ نہ دن میں خوشگوار موسم ہوتا ہے اور نہ رات کو اور پھر کہو گی کہ طعنے دیتا ہوں مگر یہ سب تو تم چاہتی تھیں۔ یہاں نہ شور ہے نہ ہنگامہ۔۔۔ نہ روز روز کی تقاریب اور نہ ہی بچوں کا غل غپارہ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنا پسندیدہ ماحول بھی تم انجوائے نہیں کر رہیں۔"

وہ صحیح بات کہتا ماہین کو ظالم لگتا تھا۔

"اپنا گھر" چاہے میکہ ہو یا سسرال، ایک ڈھال کا کام سرانجام دیتا ہے اور اس کا میکہ اور سسرال تو ایک مثالی گھر تھا۔ جو اسے ہر سرد و گرم سے بچائے ہوئے تھا۔

پانی بہت گہرا تھا مگر یہ بات اسے پانی میں اتر جانے کے بعد پتہ چلی تھی۔

وہ شور ہنگامہ جس سے اسے شدید نفرت محسوس ہوتی تھی، اسی کو اب سماعتیں ترس کے رہ گئی تھیں۔ فون پہ گھر والوں سے بات ہوتی تو فری پیکج کی وجہ سے وہ کتنی کتنی دیر سب سے باتیں کرتی رہتی۔ وہاں سب اس کی تبدیلی پر خوش تھے۔

***

کہاں تو اس کے سر میں ہلکا سا درد اٹھنے پر سب اس کے آگے پیچھے پھرنے لگتے تھے کہاں یہ کہ وہ بخار میں مبتلا تھی اور پاس کوئی پانی پلانے والا بھی نہ تھا۔

عاشر لنچ ٹائم میں آنے کا وعدہ کر کے گیا تھا۔ مگر اب دو بجنے کو تھے اور اس کی کوئی خیر خبر نہ تھی۔

سب کے مہربان چہرے اس کی نظروں کے سامنے گھومنے لگے۔

"بہت بڑی نافرمانی کی ہے میں نے۔ آپ سب کی محبتوں کی ناقدری کی ہے اسی لیے تو میری من پسند زندگی میں بھی مجھے سکون نہیں ملا۔" وہ رو دی۔

ایک تو بخار اوپر سے لگاتار رونا۔

طبیعت اتنی بگڑی کہ وہ ہل کے پانی بھی نہ پی سکی۔ اسے لگا جیسے تمام حواس جواب دینے لگے ہوں۔۔

"شاید میں مر رہی ہوں۔ یاخدا! مجھے اتنی تو مہلت دے کہ میں گھر والوں سے معافی مانگ سکوں۔"

اسے اچانک یوں لگا جیسے کمرے کا دروازہ کھلا ہو۔

اسے جنت دکھائی دی تھی۔

"امی۔۔۔!" اس کے حواس بیدار ہونے لگے۔

تائی اماں اور سارہ آپی۔

"ماہی۔۔۔ میری جان۔"

امی نے لپک کر اسے اپنی پُر شفقت آغوش میں لیا۔ محبتیں اس کے آس پاس اٹھکیلیاں کرنے لگیں۔

سارہ آپی نے ٹھنڈے پانی کا گلاس اس کے لبوں سے لگایا تو وہ کتنے ہی بڑے بڑے گھونٹ بھر گئی۔

وہ تینوں اس کے لیے متفکر تھیں۔ سر جھکائے بیٹھے عاشر کو زبردست جھاڑ پڑ رہی تھی مگر ماہین کو شک ہو رہا تھا کہ وہ مسکرا رہا تھا

شکوے، شکایات، الزامات۔ اس نے عاشر کو ڈانٹ پڑوانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

اور پھر ندامت۔

"مجھے واپس جانا ہے تائی اماں! اسی محبت بھری چھاؤں میں۔"

"آ گیا نا دماغ ٹھکانے پر۔ محبتوں کو ٹھکرانے والا یونہی ٹھوکر کھاتا ہے۔"

عاشر طنز سے باز نہیں آیا تھا۔ تائی اماں نے اس کے شانے پر دھموکا جڑتے ہوئے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"خاموش رہو تم۔"

"مجھے احساس ہو گیا ہے تائی اماں! اپنوں کی چھاؤں چھوڑ کر سایہ تلاش کرنا حماقت ہوتی ہے۔"

"اور وہ چڑیا گھر۔۔۔ وہاں رہ لو گی تم؟"

عاشر کو کچھ بھی نہیں بھولا تھا۔

"بکواس کی تھی میں نے۔۔۔ بس یا اور کچھ؟"

ٹینشن کے زیرِ اثر وہ اس پر چڑھ دوڑی تھی۔

"دیکھا، میکے والوں کی کتنی سپورٹ ہوتی ہے۔"

عاشر نے اس کے یوں بدلحاظی دکھانے پر اسے جتایا۔

"کیوں خواہ مخواہ بات کو بڑھاتے ہو عاشر! بچی سے غلطی ہو گئی تھی۔"

تائی اماں کی فراخ دلی کی تو ایک دنیا معترف تھی۔اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

"یہ بھی حق پر ہیں تائی اماں! یہ میری زندگی کی سب سے بڑی اور بدترین غلطی تھی، جو میں اتنی محبتوں سے متنفر ہو کر اپنی الگ دنیا بلکہ ویرانہ بسانے چلی تھی۔ مگر اب مجھے اچھی طرح احساس ہو گیا ہے کہ اپنوں کے بغیر انسان کچھ بھی نہیں ہے۔"

"چلو اب بس کرو ماہی! ہمیں تو عاشر نے زبردستی یہاں آنے سے روک رکھا تھا۔ ورنہ ہم تمہیں کسی مشکل میں تنہا چھوڑ سکتے ہیں؟"

سارہ آپی سے اس کا رونا دیکھا نہ جا رہا تھا۔

ان سے بڑھ کے اس کی بے وقوفیوں سے بھلا اور کون واقف تھا۔

"انہوں نے بھی بہت برا سلوک کیا ہے میرے ساتھ۔ ایک تو رعب ڈال ڈال کے کام کراتے تھے اور پھر سو سو نقص بھی نکالتے تھے۔"

"اس کو تو میں اچھی طرح پوچھوں گی۔ تم چلو ہمارے ساتھ۔" تائی اماں نے اسے تسلی دی تھی۔

"واپس اسی چڑیا گھر میں۔" سارہ آپی شرارت سے بولیں تو عاشر نے ٹکڑا لگایا۔

"کیونکہ وہاں سب تمہارا خالی پنجرہ دیکھ دیکھ کے اداس ہو گئے ہیں۔"

سب کی ہنسی پر جھینپ کر اس نے پاس بیٹھی امی کی مہربان آغوش میں منہ چھپا لیا۔

وہ تو عاشر کی بھی مشکور تھی، جس نے بڑی ہوشیاری سے اسے چھٹی کا دودھ یاد دلاتے ہوئے اس کی غلطی کا

احساس دلایا تھا۔ بے فکری اور طمانیت کے پُر سکون احساس میں گھر کر اس نے آنکھیں موند لیں۔

کہ اب باقی کی تمام عمر محبتوں کے شجر تلے بہت آسودگی سے گزرنے والی تھی۔

ختم شد